اسلام کے ساتھ
خیانت

ماہنامہ

راہ اسلام

شمارہ ۱۰۴ جمادی الاول ۱۴۰۸ھ

منشور انقلاب

اے خداوند! چاہے کوئی نہ جانے مگر تو خود اس حقیقت سے بخوبی واقف و آشنا ہے کہ ہم نے تیرے دین کے پرچم کی سربلندی کیلئے انقلاب برپا کیا ہے اور تیرے رسولؐ کی پیروی میں عدل و انصاف قائم کرنے کیلئے ہم مشرق و مغرب کے خلاف پوری طرح ثابت قدم ہیں اور اس راہ کو طے کرنے میں ایک لمحہ کی کوتاہی نہیں کرتے ہیں۔ پس ہم لوگوں کو اپنی بندگی کی راہ کا عاشق و درد آشنا بنا دے اور ہمارے شہیدوں کو اپنی، رسولؐ اکرم اور ائمہ معصومین کی ولایت کے صاف و پاکیزہ کوثر سے سیراب فرما اور ہمارے اسلامی انقلاب کو مصلح کل کے انقلاب سے متصل فرما۔ انّک ولی النعم

امام خمینی ۔ یکم ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

اس شمارے میں

۱۔ اداریہ: اسلام کے ساتھ خیانت		۱
۲۔ تعلیمات قرآن		۳
۳۔ صحیفۂ نور		۶
۴۔ زندگانی پیغمبر اسلام		۸
۵۔ تعلیمات نہج البلاغہ	از: آیت اللہ العظمیٰ منتظری	۱۱
۶۔ حرم الٰہی اور خونریزی	از: میثم زیدی	۱۵
۷۔ سانحہ جمعہ سیاہ ..... حدیث حج خون	از: محمد جواد حجتی کرمانی	۲۱
۸۔ معراج فکر و خیال		۲۲
۹۔ ھنر	از: امیر حسین ذکرگو	۲۵
۱۰۔ اسلام میں خواتین کے حقوق	از: استاد شہید مرتضیٰ مطہری	۲۸
۱۱۔ تبسم		۳۲
۱۲۔ سعودی سفاکی تاریخ کے آئینہ میں	از: مجتبیٰ عابدی	۳۴
۱۳۔ فارسی سیکھو		۳۸
۱۴۔ فاطمہؑ فاطمہؑ ہیں	از: ڈاکٹر علی شریعتی	۴۰
۱۵۔ قیدیوں کا ہیرو ..... برطانوی جاسوس تھا	از: تصور حسین میرٹھی	۴۳
۱۶۔ چودہ پاک انعامی مقابلہ		۴۶
۱۷۔ صحیح جوابات		۴۷
۱۸۔ مُردوں کو نئی زندگی ... حضرت عیسیٰؑ		۴۸
۱۹۔ کشکول		۵۰
۲۰۔ نامور پاسداران اسلام		۵۱
۲۱۔ تہران میں عالمی کانفرنس		۵۳
۲۲۔ ایران و جہان اسلام		۶۰

اندرونی ٹائٹل صفحہ ۔ نقاشی از: جناب محمد باقر ثناء اللہ

شائع کردہ: خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران
۱۸ تلک مارگ نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱
فون: ۳۸۲۵۸۰
قیمت: تین روپے
طابع: ایرانین آرٹ پرنٹرز ۱۵۳۲ گلی قاسم جان دہلی

ماہنامہ
راہ اسلام
شمارہ ۶۴ جمادی الاول ۱۴۰۸ھ

اسلام کے ساتھ خیانت

پچھلے مہینے جارڈن کے دارالحکومت امّان میں عرب سربراہان مملکت کی اعلیٰ کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ کانفرنس کے دوران منظور کی جانے والی قرارداد پر عرب حکمرانوں کے دستخط کی سیاہی ابھی خشک بھی نہ ہونے پائی تھی کہ بیشمار حقائق منظر عام پر آگئے۔ اکثر عرب ممالک کے رجعت پسند حکمراں اس کانفرنس کے دوران عرب برادری سے مصر کی مصنوعی علیحدگی و تنہائی کے اختتام کی کوشش میں معروف تھے چنانچہ کانفرنس کے ختم ہوتے ہی مصر کے ساتھ اعلانیہ روابط قائم کرنے کی دوڑ میں یہ عرب حکمراں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے میں

مشغول ہو گئے۔ عالمی سیاست کے ماہرین اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے کہ کیے بعد دیگرے اکثر رجعت پسند عرب ملکوں نے مصر کے ساتھ دوبارہ تعلقات برقرار کر لئے کیونکہ ان تجزیہ کرنے والوں کو اس حقیقت کا بخوبی اندازہ ہے کہ یہ عرب ممالک ایسی مشترکہ خارجہ سیاست کے حامل ہیں جو مغربی ممالک میں ان ملکوں کے سفارتخانوں میں تیار کی جاتی ہے اور اس سلسلے میں یہ لوگ واشنگٹن کے افسروں سے پہلے ہی اجازت حاصل کر چکے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مصر کے ساتھ اپنے تعلقات کی بحالی کے سلسلے میں عرب ممالک کی تیز رفتاری سے یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس سلسلے کی لازمی تیاریاں پہلے ہی کی جا چکی تھیں بہرحال مجموعی اعتبار سے یہ ممالک ایسی متحدہ خارجہ سیاست کی پیروی کرتے ہیں جو سب سے پہلے سیاسی بیداری سے محروم عرب عوام ان کے اقتدار کو قائم اور ان کی حکومت کو مستحکم بنائے رکھے۔ واضح رہے کہ ان رجعت پسند حکمرانوں کو فقط اپنے خاندانی نظام حکومت کو مستحکم بنائے رکھنے کی فکر ہے اور انھیں عوام کے مطالبات و ارمانات کی کوئی فکر نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امریکی حمایت کے سایہ میں منعقد ہونے والی عرب حکمرانوں کی یہ اعلیٰ کانفرنس خاندانی نظام حکومت کے تحفظ و استحکام کے علاوہ کوئی دوسرا فیصلہ نہیں کر سکی۔

مصر کے ساتھ عرب ملکوں کے تعلقات کی بحالی اور ایرانی عوام کی اسلامی تحریک کے خلاف متحدہ عرب محاذ کی تشکیل امریکہ اور اس کے ساتھی ملکوں کی دیرینہ خواہش تھی۔ چنانچہ واشنگٹن نے یہ کام اس علاقے میں اپنے انتہائی مطیع و فرمانبردار غلام شاہ حسین کے سپرد کر دیا تھا اور شاہ حسین نے اس کام کو انتہائی حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیکر اپنی عدیم المثال فرمانبرداری کا ثبوت فراہم کر دیا اور ایک بار پھر ثابت کر دیا کہ امریکی حکومت کی غلامی میں وہ سب سے آگے ہے۔ جو چیز اس معاملے کو اسلام کے ساتھ کھلی ہوئی خیانت کا درجہ دیتی ہے اور جس نے بعض عرب ملکوں کے لیڈران اور دنیائے بیدار و باشعور مسلمانوں کی نظر میں اس شرمناک حرکت کو اور زیادہ نفرت انگیز بنا دیا ہے وہ پردہ کے پیچھے ان رجعت پسند عرب حکمرانوں اور غاصب بیت المقدس حکومت کے اعلیٰ افسروں کے درمیان موجود سانٹھ گانٹھ اور خفیہ تعاون و ہمکاری ہے۔

واضح رہے کہ ۱۹۷۹ء میں مصر و اسرائیل کے درمیان کئے گئے شرمناک معاہدہ کیمپ ڈیوڈ کے خلاف رائے عامہ کے دباؤ کی وجہ سے یہ عرب حکمران مصر سے اپنے تعلقات ختم کرنے پر مجبور ہو گئے تھے لیکن آج اسرائیل اور ان رجعت پسند عرب حکمرانوں کے درمیان کی گئی خفیہ سازباز کا نتیجہ ہے کہ اسلامی ارمانات کو پامال کرنے والی مصری حکومت کے ساتھ اعلانیہ تعلقات ہونے کے بعد بھی عرب دنیا میں سالہائے گذشتہ کی طرح کوئی ردّ عمل بھی نہ ہوگا کیونکہ شاہ حسین جیسے امریکی غلام عناصر نے اسوقت ایسا ماحول بنا دیا ہے۔

واضح رہے کہ ۱۹۴۵ء میں عرب لیگ تنظیم کی بنیاد رکھی گئی تھی اور اس وقت سے لے کر آج تک اسرائیلی حکومت نے عرب لیگ کی طرف سے جاری کئے گئے بیانات کی کبھی کوئی پرواہ نہیں کی لیکن جارڈن کی حالیہ اعلیٰ عرب کانفرنس میں غاصب صہیونی حکومت کو سب سے بڑا فائدہ حاصل ہوا ہے اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس کانفرنس کے نتیجے میں اسرائیل کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے کیونکہ مصر کی امریکی حکومت کے ساتھ عرب ملکوں کے سیاسی تعلقات کی بحالی کا مطلب یہ ہے کہ آج اکثر عرب ممالک مصر و اسرائیل کے درمیان ہونے والے شرمناک معاہدہ کو سرکاری طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آج یہ عرب ممالک پوری طرح نسل پرست صہیونی اسرائیلی حکومت کے چنگل میں ہیں۔

۱۹۷۷ء میں خائن مصری حکمران انور سادات نے تل ابیب کا سفر اختیار کیا اور اس کے فوراً بعد عرب سربراہان مملکت کی اعلیٰ کانفرنس منعقد ہوئی اور متفقہ طور پر مصر کو عرب لیگ تنظیم اور عرب برادری سے باہر نکال دیا گیا۔ اس زمانے میں عراقی بعثی حکومت کے صدر صدام کو نام نہاد اسرائیل مخالف محاذ کا قائد تصور کیا جاتا تھا چنانچہ عرب لیگ کانفرنس کے سامنے صدام نے یہ تجویز پیش کی کہ مصر کو عرب برادری سے باہر نکال دیا جائے اور تمام عرب ممالک حکومت مصر سے اپنے تعلقات ختم کر لیں۔ لیکن گزرتے ہوئے

اور غیر سرکاری اخبارات اپنے اس تبصرہ میں حق بجانب ہیں کہ کل ۱۹۷۹ء میں مصر کو اس جرم کی وجہ سے عرب لیگ سے باہر نکالا گیا تھا کہ اس نے اسلام دشمن اسرائیلی حکومت سے کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کر لیا تھا۔ حکومت مصر کی اس روش میں کوئی تبدیلی نہیں آئی پس عرب ممالک کا یہ اقدام ایک کھلی ہوئی خیانت ہے۔ لیبیا وہ تنہا ملک ہے جس نے شروع ہی سے عرب لیگ اعلیٰ کانفرنس میں کئے گئے فیصلوں کی اعلانیہ مخالفت کی ہے۔

دوسری طرف اسلام دشمن اسرائیلی حکومت

ڈیوڈ معاہدہ کو منسوخ کر دے۔ شیمون پیریز مزید اعلان کرتا ہے کہ صدر جمہوریہ مصر حسنی مبارک نے ایک سخت چٹان کی طرح اپنے موقف کا دفاع کیا اور نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ چند دن کے اندر سات عرب ملکوں نے حکومت مصر کے ساتھ اپنے تعلقات بحال کر لئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مصر اور علاقے کے رجعت پسند عربوں کے درمیان تعلقات کا یہ ڈرامہ اسی جگہ ختم ہو جاتا ہے یا یہ کہ مستقبل میں برقرار ہونے والے روابط کا مقدمہ ہے۔

اگر اسرائیل کے ساتھ اعلانیہ تعلقات رکھنے والا

حسنی مبارک — صدام — شاہ حسین

وقت نے بعثی حکومت اور اسرائیل کے درمیان خفیہ سازباز اور سیاسی نیرنگیوں کو اس حد تک بے نقاب کر دیا کہ حالیہ اعلیٰ عرب کانفرنس میں شرکت کے لئے بعثی حکمران صدام نے یہ شرط رکھی تھی کہ تمام عرب ممالک اسلامی جمہوریہ ایران سے اپنے تعلقات ختم کر لیں اور قاہرہ کی نا مبارک حکومت اور عرب ممالک کے درمیان تعلقات بحال کر لئے جائیں۔

شام وہ واحد عرب ملک ہے جس نے حالیہ اعلیٰ عرب کانفرنس میں شرکت کے باوجود اس روش کی حمایت نہیں کی اور آج حکومت شام رجعت پسند عرب حکمرانوں کی شرمناک حرکت کی اعلانیہ مذمت کر رہی ہے۔ دمشق سے شایع ہونے والے سرکاری

نے عرب حکمرانوں کے اس اقدام کا پرزور استقبال کیا ہے۔ وزیر خارجہ اسرائیل شیمون پیریز نے ان عرب ملکوں کو میانہ رو کے نام سے یاد کرتے ہوئے مصر کے ساتھ ان کے تعلقات کی بحالی کا خیر مقدم کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ اکثر عرب ممالک اسرائیل کے ساتھ صلح کی بات چیت کے لئے آمادہ ہیں اور ایک عالمی کانفرنس کے ساتھ اس گفتگو کی شروعات ہو جائے گی۔ صہیونی وزیر خارجہ نے عرب کانفرنس میں پیش کی گئی صدر جمہوریہ شام حافظ اسد کی اس تجویز کا مذاق اڑایا ہے جس میں انھوں نے کہا تھا کہ عرب ملکوں کو چاہئے کہ مصر کے ساتھ اپنے تعلقات کی بحالی سے پہلے حکومت مصر کو اس بات کے لئے مجبور کریں کہ وہ کیمپ

واحد عرب ملک مصر عربوں کی جماعت میں آزادی کے ساتھ دوبارہ شامل ہو سکتا ہے تو وہ وقت دور نہیں ہوگا کہ تمام عرب حکومتیں اسرائیل کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کر لیں۔ مغربی طاقتوں نیز عرب ملکوں کی خواہش کے بموجب اس کانفرنس کا بنیادی مقصد ان عرب ملکوں کے حوصلے پست کرنا تھا جو اسرائیل کی مخالفت میں آگے آگے رہا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سلاطین و شیوخ کی مدد سے عرب اسرائیل تعلقات کی تشکیل کی فضا ہموار ہوتی جا رہی ہے اور اس سلسلے میں امریکہ و اسرائیل کے اشارہ پر اسلامی جمہوریۂ ایران کی خیالی دشمنی کا خطرہ محض ایک بہانہ ہے۔ یہ وہ خیالی دشمنی ہے جس کے ذریعہ علاقے کے امریکہ دوست ملکوں

باقی ص ۵۹ پر

تعلیماتِ قرآن

معراج رسول اکرمؐ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ○

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱)

یعنی پاک و پاکیزہ ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک کی سیر کرائی جس کے چاروں طرف ہم نے ہر قسم کی برکت مہیا کر رکھی ہے تاکہ ہم اس کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

سورۂ اسرا کے ذیل میں نازل ہونے والی آیات کے مضامین کا مطالعہ کرنے سے واضح اور ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورہ شہر مکہ میں نازل ہوا ہے زیر بحث سورہ میں بنیادی طور پر خداوند عالم کی تسبیح و تقدیس کی گئی ہے۔ رسول خداؐ کی معراج سے متعلق داستان سے اس سورہ کا آغاز ہوتا ہے جسمیں خداوند عالم نے اپنے حبیب کو مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ کی سیر کرائی تھی۔ مسجد الاقصیٰ وہی بیت المقدس ہے جس کو بنی اسرائیل کے لئے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے تعمیر کیا ہے۔ خداوند عالم نے اس عمارت کو ان لوگوں کا مقدس گھر قرار دیا ہے۔

زیر نظر آیۂ کریمہ سورۂ اسرا کی پہلی آیت ہے جس کے سلسلے میں مندرجہ ذیل نکات کی وضاحت لازمی ہے۔

۱۔ کلمہ سبحان اسم مصدر ہے اور اس کا مادہ تسبیح ہے یعنی پاک کرنا یا پاک رکھنا۔

۲۔ لفظ اسرا کا مطلب ہے رات میں سیر کرنا۔

۳۔ لفظ لیلاً مفعول فیہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سیر رات ہی رات میں کی گئی یعنی جانے اور آنے کا کام ایک ہی رات میں انجام پایا۔

۴۔ جملہ "الذی بارکنا حولہ" کو نگاہ میں رکھتے ہوئے مسجد الاقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے۔ مسجد بیت المقدس کو مسجد الاقصیٰ اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ مسجد محل سکونت رسول خداؐ یعنی مسجد الحرام کے مقابلے میں کافی دور پر واقع ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کا محل سکونت شہر مکہ ہے اور یہیں مسجد الحرام واقع ہے۔ روایات کی روشنی میں اس آیۂ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ:۔

پاک و پاکیزہ ہے وہ خدا جس نے اپنی عظمت و کبریائی سے اپنے بندے یعنی حضرت محمدؐ کو راتوں رات سیر کرائی اور اسے اپنی عظمت و قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔ رات ہی رات میں اپنے اس بندہ کو مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ کی طرف لے گیا جو یہی بیت المقدس ہے جس کے چوگرد علاقے کو مبارک قرار دیا تھا خداوند عالم نے یہ سیر اس لئے کرائی تھی تاکہ اسے اپنی عظمت و کبریائی کی نشانیاں دکھا دے کیونکہ وہ اپنے بندہ کے حال کو سننے اور دیکھنے والا تھا اور یہ جانتا تھا کہ وہ ایسی کرامت کا مستحق ہے۔ بہرحال یہ آیہ مبارکہ پیغمبر اکرمؐ کی معراج کے بارے میں ہے معراج بعثت کے دسویں سال کا اہم ترین واقعہ ہے

معراج کی حقیقت دنیا اور عوالم بالا در و دست کی سیر و سیاحت پر مشتمل ہے اور اس کا مقصد روئے زمین اور عالم بالا میں موجود پروردگار کی قدرت و عظمت کی نشانیوں کا مشاہدہ کرنا ہے۔ معراج ایک ایسا اسلامی عقیدہ ہے کہ قرآن و حدیث اور اتحاد

بین المسلمین پر عقیدہ و ایمان رکھنے والا کوئی بھی مسلمان اس سے انکار نہیں کر سکتا کیونکہ معراج کی جڑیں قرآن میں پھیلی ہوئی ہیں اور زیر بحث سورہ اسراء کی آیہ مبارکہ کے علاوہ سورۃ النجم میں بھی اس جسمانی اور روحانی سیر کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس تذکرہ کے بعد کہ پیغمبر اکرمؐ نے دوسری بار فرشتہ وحی کو ان کے حقیقی روپ میں دیکھا (قبلاً آغاز وحی کے موقع پر کوہ حرا میں بھی دیکھا تھا) سورہ النجم کا بیان ہے۔

"ما زاغ البصر وما طغیٰ، لقد رای من آیات ربہ الکبریٰ" یعنی پیغمبرؐ کی آنکھ خطا و انحراف سے دوچار نہیں ہوئی۔ انھوں نے اپنے پروردگار کی عظیم نشانیوں کا مشاہدہ کیا" ان دونوں آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ مشاہدات حالت خواب میں نہیں بلکہ بیداری کے عالم میں کئے گئے۔

اصول کافی میں علی ابن حمزہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ ابو بصیر نے آنحضرتؑ سے پوچھا "فرزند رسولؐ! میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ رسولؐ خدا کو کتنی مرتبہ معراج پر لے جایا گیا؟ ارشاد فرمایا: "دو مرتبہ جبرئیل انھیں ایک مقام پر لے گئے۔ اور کہا اسی جگہ ٹھہر جیئے! اس وقت آپ ایسی جگہ پر آئے ہیں جہاں نہ ملائکہ کا گزر ہے اور نہ کسی پیغمبر کا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں تمہارا پروردگار صلوٰۃ قائم کرتا ہے۔ انھوں نے پوچھا کیسے صلوٰۃ قائم کرتا ہے؟ جبرئیل نے کہا: "خدا خود بیان کرتا ہے۔

"سبوح قدوس"

رسول خدا نے کہا: "عفوك عفوك۔

اس وقت رسولؐ خدا اور پروردگار کے درمیان باقی رہ گئے فاصلے کی نشاندہی کرتے ہوئے قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے (قاب قوسین او ادنیٰ)

مجمع البیان میں مختلف روایات کا خلاصہ اس انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا کہ جب میں مکہ میں مقیم تھا ایک دن جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا "اے محمدؐ! کھڑے ہو جاؤ۔ میں اٹھا اور جبرئیل کے ہمراہ دروازہ کی طرف چل پڑا اور میں نے دیکھا کہ میکائیل اور اسرافیل بھی جبرئیل کے ساتھ آئے ہیں۔ اس کے بعد پیغمبرؐ نے داستان معراج نقل کی اور کہنے لگے کہ جب میں بیت المقدس پہونچا تو کچھ فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور خدائے رب العزت کی جانب سے مجھے بشارت دی اور میرا احترام کیا۔ میں اس جگہ نماز کے لئے کھڑا ہوا۔ بعض روایات میں منقول ہے کہ جملہ انبیاء کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ نے بھی مجھے بشارت دی اور اس کے بعد موسیٰؑ و عیسیٰؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کے بعد جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے پتھر کی ایک چٹان پر بٹھا دیا۔ اچانک میں نے اوپر اٹھنے کا ایک وسیلہ دیکھا ایسا حسین وسیلہ اور ایسی خوبصورت معراج میں نے اس سے قبل کبھی نہ دیکھی تھی۔

اس کے بعد مجھے آسمان کی طرف بلند کیا گیا جہاں میں نے الٰہی عجائب کا مشاہدہ کیا۔

(تفسیر المیزان علامہ طباطبائی)

(باقی آئندہ)

بقیہ: تہران میں عالمی کانفرنس ...

اور خلیج فارس سے بیرونی افواج کی واپسی کی بھرپور حمایت کرتی ہے۔

۹۔ اماکن مقدسہ نیز حجاز میں واقع بزرگان صدر اسلام، ائمہؑ اور اہل بیت رسولؐ اللہ کی قبروں کی تخریب ایک اسلام دشمن عمل ہے اور اس سے انسانی و اسلامی اصول و قوانین کی خلاف ورزی بھی ہوتی ہے۔

۱۰۔ اس عالمی کانفرنس کا عقیدہ و ایمان ہے کہ ایک اسلامی ملک کو مفسد خاندان آل سعود کے نام سے منسوب کرنا دین اسلام کی توہین و اہانت ہے۔

۱۱۔ یہ کانگریس ان سبھی سامراجی خبر رساں اداروں کی مذمت کرتی ہے جنھوں نے شہر مکہ میں رونما ہونے والے وحشیانہ قتل عام کے سلسلے میں افکار عمومی کو دھوکا دینے کی ناکام کوشش کی اور ان درباری علما سے جنھوں نے اپنے دین کو درباروالوں کے ہاتھ فروخت کر رکھا ہے، یہ مطالبہ کرتی ہے کہ بارگاہ خداوندی میں توبہ کر لیں شاید خداوند عالم ان کے گناہوں کو معاف کر دے۔

۱۲۔ یہ عالمی کانگریس منظور شدہ قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک دائمی آفس کی تشکیل پر زور دیتی ہے تاکہ وہ حرمین کے انتظامی امور کی دیکھ بھال اور مجرمین کے خلاف اسلامی محکمہ عدالت کی تشکیل کا کام انجام دے۔

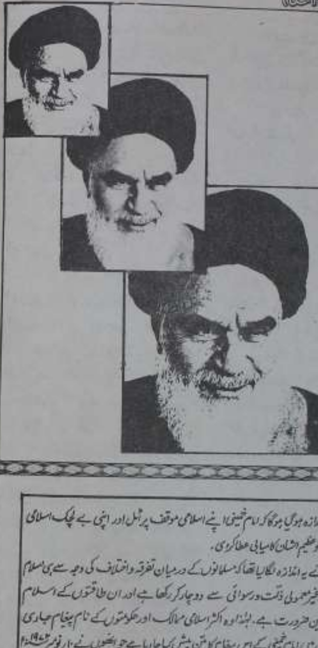

امام خمینیؒ

ثابت و استوار

صحیفۂ نور

الٰہی قوانین کی حفاظت اور مسلمانوں کے فرائض

گذشتہ شماروں میں پیش کئے گئے بیانات کی روشنی میں آپ لوگوں کو بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ امام خمینیؒ اپنے اسلامی موقف پر اٹل اور اپنی بے لچک اسلامی سیاست پر ثابت استوار ہیں اور اسی سیاست کے ذریعہ انھوں نے اسلامی انقلاب کو عظیم الشان کامیابی عطا کردی۔

واضح رہے کہ اپنی اسلامی دور اندیشی کے ذریعہ قائد انقلاب اسلامی نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ واختلاف کی وجہ سے ہی اسلام دشمن سامراجی طاقتوں نے امت اسلامیہ عالم کو "ملوک الطائفی" بے سروسامانی اور غیر معمولی ذلت و رسوائی سے دوچار کر رکھا ہے اور ان طاقتوں کے اسلام دشمن مشن کو ناکامیاب بنانے کے لیے وحدت اسلامی عالم اسلام کی اہم ترین ضرورت ہے۔ لہٰذا وہ اکثر اسلامی ممالک اور حکومتوں کے نام پیغام جاری کر کے انھیں وحدت اسلامی کی افادیت کی طرف متوجہ کیا کرتے تھے۔ ذیل میں امام خمینیؒ کے اس پیغام کا متن پیش کیا جا رہا ہے جو انھوں نے ۱ر نومبر ۱۹۸۲ء کو جاری کیا تھا۔ اپنے اس پیغام میں انھوں نے مسلمانوں کو ان کی مسئولیت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اکثر اسلامی ممالک کے سربراہ بیرونی طاقتوں سے اپنی خفیہ وابستگی کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کے مصالح کو نقصان پہونچا رہے ہیں ورنہ مٹھی بھر یہودی افراد مسلمانوں کے قبلۂ اول کو اپنے چنگل میں گرفتار نہ کئے رہتے پس فلسطینی مجاہدوں کی حمایت ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

ادارہ

بسم تعالیٰ۔ میں بارگاہ عالیہ خداوندی میں دست بدعا ہوں کہ وہ دنیا کے تمام مسلمانوں کو اپنے فرائض اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

الٰہی قوانین کی حفاظت اور قرآنی احکام کی پیروی ہی وہ تنہا راہ ہے جس کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ اور گذشتہ شان و شوکت کو دوبارہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ وحدت اور دینی اخوت کی حفاظت کی ذمہ داری ہی وہ واحد راستہ ہے جس کے ذریعہ اسلامی علاقوں کی آزادی کی ضمانت فراہم کی جاسکتی ہے اور اسلامی سرزمین کو سامراجی اثر و رسوخ سے دور رکھا جاسکتا ہے۔ باہمی اختلافات اور تفرقہ کی وجہ سے مسلمان جو کچھ کھو چکے ہیں اس کی تلافی کا واحد راستہ جانبازی اور جاں نثاری کی ذمہ داری ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ تفرقہ و اختلاف کی وجہ سے مسلمان آج بھی کچھ نہ کچھ کھوتے جارہے ہیں۔

ان حالات میں اسلامی قوانین کی پیروی جملہ اسلامی حکومتوں کی اہم اور سنگین ذمہ داری ہے۔ ان حکومتوں کو سامراجی چنگل سے نکل کر فقط امت اسلامیہ کی خدمت کی فکر کرنی چاہیے۔ گذشتہ زمانے کے مقابلے میں آج ان کی ذمہ داری میں غیر معمولی اضافہ ہوچکا ہے۔ اس زمانے میں بین الاقوامی سامراج نے اسلامی ممالک کے دل کی گہرائی میں اپنی جگہ بنالی ہے اور سردست اسلامی ممالک کے مسلمانوں اور حکمرانوں کے درمیان تفرقہ و اختلاف پیدا کرنے میں ہمہ تن سرگرم عمل ہے اور اس کی حتی الامکان کوشش یہ ہے کہ اسلامی ممالک کے مسلمانوں اور حکمرانوں کو اسلامی تعلیمات سے دور رکھا جائے تاکہ یہ اسلامی احکام کی پیروی نہ کرسکیں اور سامراجی طاقتوں کو اپنے غیر انسانی مقاصد کو حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

سامراج اسلامی تہذیب و تمدن اور مسلمانوں کے درمیان علیحدگی کا خواہاں ہے:۔

اس زمانے میں سامراج نے اپنے ایجنٹوں اور غلاموں کو تمام اسلامی ممالک میں اس کام پر لگا رکھا ہے کہ وہ زرق و برق اور فریب آمیز نعروں کے ذریعہ تعلیمات قرآن اور اسلامی تہذیب و تمدن کو اسلامی معاشروں کی زندگی کی حقیقتوں سے دور کردیں تاکہ سامراجی طاقتوں کے ناجائز اور غیر قانونی مفاد کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہوسکے۔ ایران کی مثال آپ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے موجود ہے جہاں آئے دن ناخوشگوار حوادث، مصائب اور تباہی و بربادی کا بازار گرم رہتا ہے۔

بعض اسلامی ممالک کے حکام کی وابستگی آزادی فلسطین کی راہ میں رکاوٹ ہے

سردست مسئلہ فلسطین امت اسلامیہ عالم کی سب سے بڑی مصیبت ہے۔ بعض اسلامی ممالک کے سربراہوں کی سامراج غلامی اور ان کے درمیان موجود اختلافات کی وجہ سے فطری وسائل و امکانات اور مال و دولت سے پوری طرح مالا مال ہونے کے باوجود دنیا کے ۔۔ بے ملین مسلمان سامراج اور صہیونیت کا بھرپور مقابلہ کرتے ہوئے اسلامی علاقوں پر مسلط خارجی طاقتوں کے اثر و رسوخ کو ختم کرنے سے قاصر ہیں۔ بعض اسلامی حکومتوں کی خود پسندی، بے چارگی اور جی حضوری کی وجہ سے بیرونی طاقتوں کے اثرات کا مقابلہ کرنے میں طرح طرح کی رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے اور یہی وہ اسباب و عوامل ہیں جن کی وجہ سے لاکھوں عرب مسلمان مقبوضہ فلسطین کو غاصب صہیونی حکومت کے چنگل سے آزاد نہیں کرا سکے۔

فلسطین پر قبضہ اسلام دشمن سازشوں کا آغاز ہے اختتام نہیں

تمام لوگوں کو اس حقیقت سے باخبر رہنا چاہیے کہ اسرائیل کی ایجاد کے پیچھے بڑی طاقتوں کا مقصد فقط فلسطین پر قبضہ کرنا نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد (خدا کی پناہ) فلسطین کی طرح تمام عرب ملکوں پر اپنا تسلط قائم کرنا ہے۔ اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ فلسطینی مسلمان کس بہادری کے ساتھ اپنے جائز حقوق کی بحالی کے لئے نبرد آزمائی کر رہے ہیں۔ آج ہم دیکھ رہے کہ فلسطینی مجاہدین اپنے وطن اور دیگر اسلامی علاقوں کی آزادی کے لئے غاصب اسرائیل حملہ آوروں کے خلاف پوری طرح کمربستہ ہوچکے ہیں ان مجاہدوں کو اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہم دیکھ رہے ہے کہ کل جارڈن میں فلسطینیوں کے سر پر مصائب کا پہاڑ مسلط کرنے والے آج لبنان میں بھی انہیں طرح طرح کے مصائب کا شکار بنائے ہوئے ہیں۔ بین الاقوامی سامراج اور ان کے زرخرید غلاموں اور ایجنٹوں کے ذریعہ کی جانے والی مختلف النوع سازشوں کا جال ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ ان سازشانہ پروپیگنڈوں کا مقصد مسلمان جماعتوں اور فلسطینی مجاہدوں کے درمیان علیحدگی پیدا کرنا ہے تاکہ مسلمان اور فلسطینی مجاہدین غاصب اسرائیلی حکومت کے خلاف متحدہ محاذ کی تشکیل کے ذریعہ کوئی بھرپور اور کامیاب کارروائی نہ کرسکیں۔

ان حالات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے کیا اسلامی ممالک کے مسلمانوں اور سربراہوں کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے؟ آخر یہ لوگ اپنے شعور و وجدان کے سامنے اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اس لاپرواہی اور بے توجہی کے لئے کیا عذر پیش کریں گے؟ کیا یہ جائز ہے کہ سامراجی طاقتوں کے زرخرید غلاموں کے ذریعہ فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام کیا جائے اور دوسرے مسلمان سکوت

باقی ۵۹ پر

زندگانی پیغمبرِ اسلام

از: جعفر سبحانی، حوزۂ علمیہ قم

روم اور ایران کے حالات

نویں قسط

گذشتہ شمارہ میں طلوعِ اسلام سے قبل روم و ایران کے حالات کا اجمالی خاکہ پیش کرتے ہوئے یہ بتایا گیا تھا کہ اس وقت یہ دونوں ممالک بھی تاریکی و گمراہی میں مبتلا تھے، انسانیت کا دم گھٹ رہا تھا اور عالم بشریت ایسے انقلاب کے استقبال کے لئے ہمہ تن آمادہ تھی جس کے سایہ میں ظلم و فساد کا خاتمہ ہوسکے۔ روم کے حالات کا تفصیلی جائزہ گذشتہ شمارہ میں پیش کیا جا چکا ہے۔ ذیل میں ایران کے حالات کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے ——— ادارہ

پڑھنے لکھنے کا حق صرف طبقۂ اشراف کو حاصل تھا۔

ساسانی حکومت کے دوران پڑھنے لکھنے کا حق صرف دولتمند اور صاحب امتیاز گھرانے کے بچوں کو حاصل تھا اور عام و متوسط طبقے کے لوگ علم و دانش سے پوری طرح محروم تھے۔ قدیم ایران کی ثقافت میں پایا جانے والا یہ عیب اتنا واضح اور نمایاں ہے کہ شاہنامہ اور خداینامہ لکھنے والے رزمیہ شاعروں نے اس عیب کو بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔

ایران کے مشہور و معروف رزمیہ شاعر فردوسی نے شاہنامہ میں ایک داستان بیان کی ہے جو اس بات کا بہترین ثبوت ہے۔ اس داستان کا تعلق نوشیروان کے دورِ حکومت سے ہے بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ یہ اس زمانے کی داستان ہے جب ساسانی مملکت اپنے سنہرے دور سے گزر رہی تھی۔ نیز اس واقعے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نوشیروان کے دورِ حکومت میں بھی طبقۂ عوام کو علم حاصل کرنے کا حق حاصل نہ تھا اور نوشیروان جیسا علم دوست بادشاہ بھی اس بات کے لئے آمادہ نہ تھا کہ عوام الناس کو علم حاصل کرنے کا حق دیدے۔

"فردوسی" کہتا ہے کہ نوشیروان کے زمانے میں ایران و روم جنگ کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے حکومت زبردست مالی بحران میں مبتلا تھی کیونکہ تقریباً تین ہزار ایرانی سپاہی خوراک اور اسلحہ کی کمی کا شکار تھے اور ایرانی فوج سے نالہ و فریاد کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ لوگوں نے ان حالات کی خبر بادشاہ کو پہونچا دی۔ نوشیروان اس خبر کو سنتے ہی پریشان ہو جاتا ہے اور اسے اپنی حکومت کے لئے زبردست خطرہ محسوس ہونے لگتا ہے چنانچہ مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لئے وہ اپنے دانشمند وزیر بزرگ مہر کو دربار میں طلب کرتا ہے اور یہ حکم صادر کرتا ہے کہ فوری طور پر مازندران کی طرف روانہ ہو جائے اور جنگی اخراجات جلد از جلد فراہم کردے لیکن بزرگ مہر کہتا ہے کہ خطرہ نزدیک آچکا ہے لہٰذا فوری چارہ جوئی کی ضرورت ہے اس کے بعد بزرگ مہر بادشاہ کے سامنے قومی قرض کی تجویز پیش کرتا ہے۔ نوشیروان اس کی تجویز کو قبول کرتے ہوئے حکم دیتا ہے کہ اس سلسلے میں فوری اقدام کیا جائے بزرگ مہر شاہی افسران کو قریب ترین شہروں اور دیہاتی علاقوں کی طرف روانہ کردیتا ہے اور علاقے کے تمام دولتمند لوگوں کو حالات سے مطلع کرتے ہوئے قومی قرض کا مطالبہ کرتا ہے۔

ایک موچی ایران و روم جنگ کے جملہ اخراجات ادا کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے لیکن اس کے عوض میں وہ اپنے اکلوتے اور علم دوست بیٹے کے لئے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اسے علم حاصل کرنے کی اجازت دیدی جائے۔ بزرگ مہر کا خیال تھا کہ موچی جو ہدیہ پیش کر رہا ہے اس

کے عوض میں اس کا مطالبہ معمولی اور حقیر ہے لہٰذا وہ فوراً خسروِ پرویز سے لوٹ کر موچی کی خواہش کا تذکرہ کرتا ہے اور خسرو اس کا تذکرہ نوشیروان سے کرتا ہے۔ نوشیروان اس بات کو سنتے ہی غضب ناک ہو جاتا ہے اور اپنے وزیر بزرگ مہر سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آخر تم یہ کیسا مطالبہ کر رہے ہو؟ یہ خلاف مصلحت بات ہے کیونکہ موچی کا اپنے طبقے سے باہر نکلنا مملکت کے دیگر طبقات کے درمیان انتشار کا سبب بن جائے گا اور ملک کا طبقاتی نظام درہم برہم ہو جائے گا اور اس کے نتیجے میں ہونے والا نقصان موچی کی طرف سے پیش کئے جانے والے سونے اور چاندی سے زیادہ قیمتی ہے۔

اس کے بعد فردوسی نوشیروان کی زبان سے اس کے "فلسفۂ ناکیادلی" کی وضاحت اس طرح پیش کرتا ہے۔

چو بازارگان بچہ گردد دبیر
ہنرمند و با دانش و یادگیر
چو فرزند ما بر نشیند بہ تخت
دبیری بباید ش پیروز بخت
ہنر یابد از مرد موزہ فروش
سپارد بدو چشم بینا و گوش
بدست خردمند مرد نژاد!
نماند جز از حسرت و سرد باد

اس کے بعد "خسرو دادگر!" کی طرف سے فرمان جاری ہوتا ہے اور موچی کی اشرفیاں اسے واپس بھیج دی جاتی ہیں۔ "بیچارہ موچی" مایوس ہو جاتا ہے اور رات کے وقت مظلومین کی روایت کی پیروی کرتے ہوئے اس ظلم اور حق کشی کے خلاف بارگاہ خداوندی میں نالہ و فریاد کرتا ہے اور عدل خداوندی کی گھنٹی بجاتا ہے۔

.... فرستادہ برگشت و شد بادرم
دل کفشگر زان درم پُر ز غم
شب آمد غمی شد گفتار شاہ
خروش جرس خواست از بارگاہ

تاریخ اجتماعی ایران نامی کتاب کا مؤلف ایک ممتاز قوم پرست شخص ہے لیکن ساسانی

ساسانی حکمراں اتنے ظالم اور مطلق العنان تھے کہ کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ ان کے سامنے اپنی زبان کھول سکے یا کسی مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کرسکے۔

حکومت کی مفلوک الحالی، بے سروسامانی اور انحطاط و زوال کے اسباب کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ اعتراف کرتا ہے کہ علم کو طبقۂ ممتاز کے درمیان محدود کر دینا اس حکومت کے زوال کا اہم سبب ہے۔

"....ساسانی دورِ حکومت میں تعلیم و تربیت اور علوم متداول میں حصول مہارت دولت مند اور اشراف طبقے کے لوگوں پر منحصر تھی اور ایران کی اکثریت علم کی دولت سے محروم تھی یعنی دیگر طبقے کے لوگوں کو علم حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی"

جی ہاں! یہ جاہلانہ روایت ساسانی حکمرانوں کی نگاہ میں اتنی اہم تھی کہ کسی قیمت پر بھی وہ اس کو ترک نہیں کرنا چاہتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ ناز پروردہ اقلیت کی ناجائز خواہشات کی تکمیل و تسکین کے لئے ایرانی عوام کی اکثریت نہ فقط دولت علم و ہنر بلکہ تمام سماجی حقوق سے محروم تھی۔

ساسانی بادشاہوں کے بارے میں تاریخ کا فیصلہ

اکثر ساسانی حکمراں اپنے دورِ حکومت میں ظلم و ناانصافی اور غیض و غضب کی سیاست کے پیرو تھے اور تلوار کے زور پر لوگوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیتے تھے۔

یہ لوگ عوام سے بھاری اور کمرشکن ٹیکس وصول کرتے تھے لہٰذا عموماً ایرانی عوام ان بادشاہوں سے ناراض تھے لیکن اپنی جان بچانے کے لئے یہ لوگ ان حکمرانوں کے خلاف صدائے اعتراض نہیں بلند کرتے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ساسانی بادشاہوں کی نظر میں ماہر فنکار اور صاحب صلاحیت افراد کی بھی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔

ساسانی حکمراں اتنے ظالم اور مطلق العنان تھے کہ کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ ان کے سامنے اپنی زبان کھول سکے یا کسی مسئلے پر اپنے خیالات کا اظہار کرسکے۔

اگرچہ صاحبان زور و اقتدار کے ذریعہ ہمیشہ سے تاریخ میں تحریف ہوتی رہی ہے لیکن اس کے بعد بھی ظالموں کے ظلم اور ان کی ناانصافی کی داستانیں اس کے دامن میں محفوظ ہیں۔

ساسانی بادشاہ خسرو پرویز کی ظالمانہ روش اور بیرحمی کا ذکر کرتے ہوئے ثعلبی لکھتا ہے کہ "لوگوں نے خسرو پرویز سے کہا کہ فلاں حکمران کو ہم لوگوں نے دربار میں طلب کیا تھا لیکن اس نے کاہلی ظاہر کی۔ بادشاہ نے فوری طور پر یہ حکم صادر کر دیا کہ پورے جسم کے ساتھ اس کا ہمارے سامنے آنا دشوار ہے تو ہم اس کے جسم کے ایک حصہ پر ہی اکتفا کر لیں گے تاکہ اس کی شکل آسان ہو جائے۔ پس کہدو کہ فقط اس کا سر ہمارے سامنے پیش کر دیں"

ساسانی حکومت کی آشفتگی :۔

ساسانی دورِ حکومت کے آخری دنوں میں اربابِ حکومت پر غالب آشفتگی اور بے سرو سامانی کا تذکرہ لازمی ہے۔ واضح رہے کہ آخری مراحل میں ساسانی حکومت خود غرضی، سازش بازی اور غیر معمولی بے سرو سامانی سے دوچار ہو چکی تھی۔

اعلیٰ فوجی افسران، بادشاہ زادگان اور حکومت کے دیگر اعلیٰ عہدیداران ایک دوسرے کی جان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ ایک گروہ والے ایک شہزادہ کو اپنا حاکم منتخب کر لیتے تھے اور دوسرے گروہ کے لوگ اسے معزول کر کے دوسرے شہزادہ کو حاکم بنا دیتے تھے۔

جس وقت عرب مسلمانوں نے ایران پر قبضہ کرنے کی مہم شروع کی، حکمران ساسانی خاندان غیر معمولی کمزوری اور نفاق کے چنگل میں گرفتار تھا۔

خسرو پرویز کے قتل کے بعد چار سال کے مختصر وقفے میں "شیرویہ" سے لیکر یزدجرد تک کئی لوگ ایران پر بادشاہت کر چکے تھے جن کی تعداد ۶ سے ۱۴ تک لکھی گئی ہے۔ مختصر لفظوں میں چار سال کے اندر کم از کم چھ اور زیادہ سے زیادہ چودہ بادشاہ ایران پر حکمرانی کر چکے تھے یعنی چار سال کے اندر ایرانی حکومت چودہ بار اس ہاتھ سے اس ہاتھ میں جاتی رہی۔ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جس مملکت میں چار برس کے اندر چودہ مرتبہ بغاوت کی آگ بھڑکے اور ہر بار ایک کو قتل کر کے اس کی جگہ پر دوسرے کو حاکم بنایا جائے تو اس مملکت کی مفلوک الحالی اور بے سرو سامانی کا عالم کیا ہوگا؟!

جو حکمران برسرِ اقتدار آتا تھا وہ حکومت کے دیگر مدعیان کو قتل کروا ڈالتا تھا اور حکومت حاصل کرنے کے لئے یہ لوگ ہر کام انجام دینے کے لئے آمادہ تھے۔ باپ اپنے بیٹے کو قتل کروا ڈالتا تھا اور بیٹا اپنے باپ کو نیست و نابود کرنے میں مصروف تھا۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کی نابودی کا خواں تھا۔

"شیرویہ" نے حکومت حاصل کرنے کے لئے اپنے باپ کو قتل کر ڈالا صرف اتنا ہی نہیں بلکہ خسرو پرویز کے چالیس لڑکوں یعنی اپنے ۴۰ بھائیوں کو بھی صفحۂ ہستی سے نابود کر دیا۔ ؎

مختصر یہ کہ ساسانی دورِ حکومت میں اتنی گڑبڑی پیدا ہو چکی تھی کہ لوگ بچوں اور عورتوں کو تختِ حکومت پر بٹھا دیتے تھے اور چند ہفتے بعد اسے قتل کر کے دوسرے کو اس کا جانشین بنا دیتے تھے۔

اس طرح بظاہر غیر معمولی شان و شوکت کی حامل ساسانی حکومت روز بروز پستی، پریشانی اور نابودی کی طرف پیش قدم تھی۔

(ص۳۲ سے آگے)

بقیہ:
صحیح جوابات

کامیاب ہونے والے امیدوار کو صدرِ جمہوریہ مملکت کا عہدہ سپرد کرنا اور اسی طرح بحری، فضائی اور بری افواج کے اعلیٰ عہدیداروں کی تقرری و معزولی کا کام بھی ولی فقیہ کی ذمہ داری ہے۔

اس وقت ایران میں اسلامی انقلاب کے قائد امام خمینی کو ولی فقیہ کا مرتبہ حاصل ہے۔

۱۰۔ امسال مراسم حج کے دوران حجۃ الاسلام مہدی کروبی امام خمینی کی نمائندگی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

۱۱۔ تہران میں واقع امریکی سفارتخانہ جاسوسی کا اڈہ بن چکا تھا لہٰذا امام خمینی کی پیروی کرنے والے مسلمان طلباء کی اس پر فتح کے بعد انقلاب اسلامی ایران کے خلاف بے شمار امریکی خیانتوں اور سازشوں کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ انقلاب اسلامی ایران کے قائد عظیم الشان امام خمینی نے اسے نہایت اہم واقعہ قرار دیتے ہوئے اسکو "انقلاب دوم" کے نام سے یاد کیا۔

۱۲۔ تنظیم اقوام متحدہ میں روس، امریکہ، برطانیہ، فرانس اور چین نامی پانچ ملکوں کو ویٹو پاور کا حق حاصل ہے۔ اس حق کا مطلب یہ ہے کہ اقوام متحدہ کا جو بھی قانون یا اس تنظیم کی طرف سے منظور ہونے کوئی قرار داد اُن کے مصالح کے خلاف ہو تو اُسے ویٹو پاور رکھنے والا کوئی بھی ملک ناقابل عمل اعلان کر دے۔

(باقی ص۱۹ پر)

تعلیمات نہج البلاغہ

اثباتِ وجودِ خالقِ کائنات

از : آیت اللہ العظمیٰ منتظری

گزشتہ شمارہ میں وحدانیت خداوندی کا تذکرہ کرتے ہوئے نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر ۱۸۵ میں اس جملے کا اجمالی تجزیہ بیان کیا گیا تھا جس میں مولائے متقیان ارشاد فرماتے ہیں "واحد لا بعدد" یعنی خداوند عالم واحد ہے لیکن وہ واحد نہیں جس سے گنتی کی شروعات ہوتی ہے کیونکہ وہ وجود لامحدود ہے اور لامحدود کے لئے دو کا امکان ہی نہیں ہے۔ ذیل میں امیر المومنینؑ کے اس خطبہ کا باقی حصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

خداوند عالم کی جاودانی زمانہ میں محدود نہیں

حضرت امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ "دائم لا بأمد" یعنی خداوند عالم دائم ہے لیکن زمانہ و معمول کے دائرہ میں اس جاودانی کو محدود نہیں کیا جا سکتا اور اس کی جاودانی کی ابتداء و انتہا کا تعین نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے لیکن اس کی ہمیشگی کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

گزشتہ شمارہ میں یہ تذکرہ بھی آیا تھا کہ خداوند عالم ایک مجرد موجود ہے اور جملہ مجردات کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ یہ مافوق عالم زمان ہوتے ہیں۔ اس طرح ذات باری تعالیٰ ایک لامتناہی موجود ہے اور عالم عقلی کی طرح دیگر موجودات مجردہ ذات خداوندی کا ایک جلوہ ہیں اسی لئے یہ کہا جاتا ہے کہ مجردات فوق عالم زمان ہیں۔ اس بات کو زیادہ بہتر ڈھنگ سے سمجھنے کے لئے یہ مثال ملاحظہ ہو کہ سورج کی روشنی بہت تیز اور قوی ہے لیکن جب یہ روشنی ایک کھلی ہوا میں عکس ریز ہوتی ہے اور وہاں سے کمرے کے اندر اور کمرے سے ہال میں جاتی ہے تو یہ روشنی خورشید سے کافی دور ہو جاتی ہے بالکل اسی طرح عالم مادہ بھی عالم وجود کا پست ترین اور دور ترین مرحلہ و مقام ہے۔ نور و زمان کے منبع سے حرکت ہے اور حرکت بھی عالم مادہ سے مربوط ہے پس زمان، حرکت و مادہ کا بعد و کشش ہے لہٰذا وہ زمانہ جو عالم مادہ کی حرکت کی مقدار ہے، خداوند تعالیٰ کے بارے میں قطعی فرض نہیں ہوتا ہے یعنی زمانہ کا تعلق عالم مادہ سے ہے لہٰذا ذات خداوندی کے بارے میں کسی زمانہ کا تعین ناممکن ہے۔

ابن ابی الحدید نے اپنی کتاب "شرح

نہج البلاغہ" میں اس بات کی وضاحت کے لئے ایک دلچسپ عبارت لکھی ہے جو درج ذیل ہے۔

"دائم لا بامد، الأمد تعالیٰ لیس بزمانی و لا داخل تحت الحرکة والزمان، وهذا ایضاً من دقائق العلم الالٰهی، والعرب دون أن تفهم هذا أو تنطق به، ولکن هذا الرجل کان ممنوحاً من اللہ تعالیٰ بالفیض المقدس والأنوار الربانیة"

یعنی یہ کہ خدا اَمد (ابتداء و انتہا) نہیں رکھتا ہے کیونکہ خدا موجود زمانی نہیں ہے اور تحت حرکت میں بھی داخل نہیں ہوتا کیونکہ حرکت مادہ سے مربوط ہے اور خداوند فوق مادّہ ہے! اور یہ بھی علم الٰہی کی دقیق باتیں ہیں جو حضرت امیرؑ نے بیان کی ہیں درحقیقت اس زمانے میں عربوں کی فکری سطح اتنی بلند نہ تھی کہ وہ ایسی دقیق باتیں بیان کر سکیں لیکن اس شخص یعنی حضرت علی علیہ السلام کو خداوند عالم نے مقدس فیض اور انوار الٰہی عطا کیا تھا۔

جی ہاں! خداوند عالم ہمیشہ سے ہے لیکن اس کی ہمیشگی کی کوئی ابتدا و انتہا نہیں ہے کیونکہ ابتدا و انتہا کا تعلق زمان سے اور خدا فوق زمان ہے۔

"وقائم لا بعمد"

جب ہم قائم کا اطلاق افراد پر کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ افراد بھی مستقل اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکتے ہیں لیکن جب خداوند عالم کے سلسلے میں لفظ "قائم" یا "قیوم" کا اطلاق ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم واجب الوجود اور حامل استقلال وجودی ہے۔ اس کی تکیہ گاہ کوئی نہیں ہے لیکن چونکہ جملہ ممکن الوجود ہیں اس لئے ہماری تکیہ گاہ ذات خداوندی ہے اور ہمارا وجود خداوند عالم کے وجود سے وابستہ ہے۔ پس خدا قائم اور حامل استقلال وجودی ہے اور دیگر تمام موجودات قائم بہ خدا ہیں کیونکہ اپنے وجود اور تمام دوسری چیزوں میں ذات مقدس باری تعالیٰ سے وابستہ ہیں۔

"تتلقاہ الأذهان لا بمشاعرة"

اذہان خدا کو سمجھ سکتے ہیں لیکن حواس و مشاعر کے ذریعہ نہیں۔

ادراک بوسیلۂ حواس ظاہری:

انسانی فہم و شعور کسی چیز کو پانچ ظاہری حواس کے ذریعہ سمجھ سکتا ہے یعنی حواس خمسہ کے ذریعہ ہی کسی چیز کو سمجھا جا سکتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ "من فقد حسّاً فقد علماً" یعنی جس کی ایک حس بھی کم ہو جاتی ہے وہ علم و دانش سے محروم ہو جاتا ہے۔

جو موجودات آپ کی آنکھ کے سامنے آتے ہیں ان کا عکس آپ کی آنکھ کی پتلی پر پڑتا ہے۔ پھر یہ عکس ان کے ذریعہ دماغ کے مرکزی حصہ میں منتقل ہو جاتا جن کا تعلق دیکھنے سے ہے اور دماغ کا مرکزی حصہ ادراک سے مربوط ہے۔ اس کے بعد آپ اس چیز کا احساس کرتے ہیں اور اسے آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ البتہ یہ بتانا ضروری ہے کہ دماغ خود بخود مدرک نہیں ہے بلکہ یہ ادراکات کو اس نفس مجرد کی طرف منتقل کرتا ہے جس کا تعلق انسان کی انسانیت سے ہے بالکل ادارہ ٹیلیفون کے اس ملازم کی طرح جو ایک مشین کے پیچھے بیٹھا رہتا ہے وہ تار کی لائن کے ذریعہ اطلاعات حاصل کرتا ہے اگرچہ ان تاروں کے درمیان کچھ پرزوں کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا لیکن یہ انسان ہے جو ان پرزوں کی نقل و حرکت کے ذریعہ بات کو سمجھ لیتا ہے۔ پس آنکھ اور دماغ کا مرکزی حصہ وغیرہ کچھ پرزے ہیں اور ان پرزوں کے ذریعہ سمجھنے کا کام انسان انجام دیتا ہے اور حس کی کھڑکی سے عالم خارج کے ساتھ رابطہ پیدا کرتا ہے۔

دنیائے خارج سے رابطہ قائم کرنے کے لئے انسان کا دوسرا دریچہ حس کان ہے۔ کان سے دماغ کے مرکزی حصہ تک جانے والا اعصابی سلسلہ اس پرزے کی مانند ہے جس کی مدد سے انسان آواز سنتا ہے قوت شامہ یعنی سونگھنے کی طاقت، قوت ذائقہ یعنی چکھنے کی صلاحیت اور قوت لامسہ یعنی چھونے کی طاقت ان حواس خمسہ ظاہری کی باقی تین قسمیں ہیں جو انسانی نفس کے لئے ٹیلیفون کے پرزوں کی طرح ہیں اور معمولاً انہیں جزئیات کے ذریعہ ہی ہم کلیات کو سمجھتے ہیں مثلاً آپ آنکھ سے ایک آدمی کو دیکھتے ہیں اور اس کو اپنے دماغ کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ دوسرے آدمی کو دیکھتے ہیں اور اسے بھی اپنے دماغ کی طرف منتقل کر دیتے ہیں اور اسی طرح مختلف افراد کو دیکھ کر انہیں اپنے دماغ کی طرف منتقل کر دیتے ہیں اور آپ کا انسانی نفس ان افراد کو سمجھ کر ان کا نام بتا دیتا ہے۔

پس خداوند عالم نے ان پانچ دریچۂ حسی کو جنہیں حواس خمسۂ ظاہر کہتے ہیں، دنیائے خارج کے ساتھ انسان کے علمی ارتباط و ادراک کا وسیلہ قرار دیا ہے اور ان پانچوں حواس کے ذریعہ جو ادراک حاصل ہوتا ہے اسے مشاعرہ یعنی وہ شعور کہتے ہیں جو ان کے ذریعہ حاصل

ہوتا ہے۔

اس جملے میں حضرت امیرؑ یہ ارشاد کرنا چاہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے کہ خداوند عالم انسان کی آنکھ کے سامنے ہوتا اور انسان اسے دیکھ سکتا اور مثال کے طور پر ذات خداوندی کو سمجھ سکتا! کیونکہ عقل انسانی ذات مقدس پروردگار کا احاطہ کرنے سے بالکل عاجز ہے اور ذات خداوندی کا ادراک قطعی ناممکن ہے لیکن ہم خداوند عالم کو اس کی سلبیہ و اضافیہ صفات کے ذریعہ درک کرتے ہیں۔

صفات اضافیہ:

خداوند عالم ایک لامحدود حقیقت ہے پس محدود انسان لامحدود حقیقت کے احاطہ کا دعوٰی نہیں کر سکتا۔ مختصر لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ ہم موجود نہ تھے بعد میں زیور وجود سے آراستہ ہوئے ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارا کوئی موجد ہے پس یہ موجدیت و خلاقیت صفات اضافی میں سے ایک ہے۔

صفات اضافیہ وہ ہیں جنہیں تکرر پایا جاتا ہے مثلاً ہر ایجاد ایک موجد چاہتی ہے، مخلوق خالق چاہتا ہے معلوم عالم چاہتا ہے مُدرَک مُدرِک چاہتا ہے۔ پس ان تکراری صفات (عالمیت و معلومیت، خالقیت و مخلوقیت اور موجدیت و موجدیت وغیرہ) کو ہی صفات اضافی کہتے ہیں۔

مزید وضاحت کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہم لوگ یہ جانتے ہیں کہ ہم مخلوق ہیں پس ایک ایسے خالق کا ہونا لازمی ہے جس نے ہمیں زیور وجود سے آراستہ کیا

ہو۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہم مرزوق ہیں یعنی ہمیں رزق دیا جاتا ہے پس ہمارے لئے رازق ہونا لازمی ہے۔۔۔ ایسی صفات کے ضمن میں اضافہ کے ایک طرف ہم ہیں اور ہم اپنے آپ کو بخوبی درک کر سکتے ہیں اور اضافہ کے دوسری طرف کے بارے میں بھی ہمیں اجمالی درک ہو جاتا ہے۔ یہ صفات اضافیہ ہیں یعنی دو طرفہ صفات ایک طرف ہم خود ہیں اور خود کو خوب سمجھتے ہیں اور اضافہ کے اس طرف کے ادراک کے ذریعہ اس طرف کو بھی درک کرتے ہیں۔ خود کو مخلوق جانتے ہیں پس یہ یقینی ہے کہ ہمارا خالق و موجد ہے یعنی اپنی مخلوقیت کے ذریعہ ہم یہ سمجھ لیتے کہ ہمارا کوئی خالق و پروردگار ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم مقدور ہیں پس ایک قادر متعال کے بارے میں فوراً سمجھ جاتے ہیں۔ پس جیسے جیسے اپنے عیوب و نقائص کو دیکھتے ہیں یہ سمجھ جاتے ہیں کہ ہمارا خالق و پروردگار ان عیوب سے پاک و پاکیزہ ہے کیونکہ اگر اس میں بھی یہ عیوب ہوتے تو اسے بھی کسی دوسرے کی احتیاج ہوتی اور خدا محتاج ہونے سے پاک ہے یعنی وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

صفاتِ سلبیہ:

صفات سلبیہ ان نقائص و عیوب کا نام ہے جو ہمارے اندر موجود ہیں اور ذات خداوندی ان عیوب سے پاک و پاکیزہ ہے یعنی خداوند عالم میں وہ صفات نہیں ہیں مثلاً ہم کہتے ہیں کہ خداوند عالم کا کوئی جسم نہیں ہے اور خدا محتاج نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ہمارے اندر یہ صفات موجود ہیں اور خداوند عالم میں یہ صفات نہیں ہیں اسی لئے انہیں صفات سلبیہ کہتے ہیں کیونکہ ان صفات کے ذریعہ بھی ہم اس ہستی لامحدود کے بارے میں کچھ سمجھ سکتے ہیں۔ پس ہم خدا کی ذات کو پوری طرح درک نہیں کر سکتے بلکہ ان صفات اضافیہ و سلبیہ کے ذریعہ سے ہم اس کے بارے میں کچھ سمجھ سکتے ہیں۔

"وتشهد له المرائی لا بمحاضرة"

آنکھیں وجود خدا کی گواہی دیتی ہیں لیکن خدا ان کے سامنے نہیں ہے۔

وجود خدا کے سلسلے میں آنکھ کی گواہی

مرائی یعنی دیکھنے کا محل لیکن نہج البلاغہ کی شرح لکھنے والوں میں سے اکثر علماء کا خیال ہے کہ مرائی جمع ہے مرئی کی اور یہ اسم مفعول ہے یعنی دیکھی گئی چیزیں۔ اس قول کے مطابق امیر المومنینؑ کے اس جملے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ موجودات خدا کے وجود کی گواہی دے رہی ہیں جنہیں ہم اور آپ دیکھ چکے ہیں لیکن اس کا

یہ مطلب نہیں کہ خدا ان چیزوں کے اندر اس طرح موجود ہو جیسے لوگوں کے جسم تمہارے سامنے ہیں۔

لیکن محمہ ناچیز و قاصر کی نظر میں مرائی جمع ہے مرائی کی اور یہ اسم مکان ہے یعنی دیکھنے کا محل و مقام یعنی ہماری یہ آنکھیں۔ اب امامؑ کے جملے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آنکھیں گواہی دیتی ہیں کہ ایک خدا ہے حالانکہ ان آنکھوں نے خدا کو دیکھا نہیں ہے بلکہ آنکھ کی عمارت کے اندر کی باریکیاں اس بات کی گواہ ہیں کہ ان آنکھوں کا کوئی ایسا معمار نہیں ہے جو علم و قدرت اور حیات و ارادہ کا مالک ہے۔

یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ بے حیات اور بے شعور اور بے ادراک مادہ ٹکراؤ کی وجہ سے ان تمام مادی ذرات اور ایٹموں کے اندر حرکت پیدا کر دے اور انہیں ایسی تنظیم و ترتیب پیدا کر دے کہ آنکھ جیسی باریکیوں والی چیز پیدا ہو جائے۔ پس آنکھ کی یہ عمارت اس پروردگار کے وجود کی بہترین گواہ ہے جو علم و قدرت و حیات کا خالق و مالک ہے۔ وجود خداوندی کے سلسلے میں آنکھ کی گواہی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خداوند عالم اس کے سامنے موجود ہے بلکہ خود آنکھ کے اندر موجود باریکیاں خدا کے وجود کی دلیل فراہم کرتی ہیں۔ اس جگہ اس جملے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ ہم خدا کی ذات کو سمجھ نہیں سکتے لیکن صفات اضافیہ اور صفات سلبیہ کے ذریعہ اس کے بارے میں کچھ سمجھا جا سکتا ہے۔

"لم تحط بہ الاوھام"

یعنی عقل واوہام خدا کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

عقل خدا کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے۔

قوت عاقلہ انسان کی بلند ترین قوت مدرکہ ہے اور قوت واہمہ کی بلندی قوت عاقلہ سے ایک درجہ کم ہے یعنی عقل کے بعد قوت واہمہ (خیال) انسان کی باطنی طاقتوں کا بادشاہ ہے کیونکہ یہ جزئی مطالب کو سمجھتی ہے۔

ممکن ہے کوئی آدمی یہ کہے کہ چونکہ عقل انسان کی بلند ترین قوت مدرکہ ہے لہٰذا اگر حضرت

> **خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص میرا احاطہ نہیں کر سکتا کیوں کہ میں ایک غیر محدود اور لامتناہی موجود ہوں۔ اور انسانی عقل اتنی بڑی نہیں کہ مجھ تک پہونچ سکے۔**

امیرؑ یہ ارشاد فرماتے تو اچھا ہوتا کہ "لم تحط العقول"۔ نہج البلاغہ کی شرح لکھنے والوں نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اوہام سے مراد عقول ہی ہے کیونکہ ہماری عقلیں اتنی کامل نہیں کہ کلیات کا احاطہ کر سکیں بلکہ یہ عقلیں خیال کے ساتھ آمیختہ ہیں اسی وجہ سے حضرت امیرؑ نے اس جگہ عقول کو اوہام کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

ہماری اور آپ کی عقل خدا کا احاطہ کرنے سے عاجز و قاصر ہے کیونکہ مظروف ظرف سے زیادہ بڑا نہیں ہو سکتا اور چونکہ خداوند عالم ہم لوگوں کی عقل سے زیادہ بڑا ہے لہٰذا ہماری عقل کے ظرف کے اندر نہیں آ سکتا بالکل اسی طرح جیسے دریا کو ایک پیالے کے اندر محدود کرنا ناممکن ہے۔

"بل تجلی لھا بھا"

لیکن خداوند عالم نے اسی عقل کے ذریعہ لوگوں پر اپنی تجلی کا اظہار کیا ہے۔

ہماری عقل اور ہمارے خیالات خداوند عالم کے احاطہ کی صلاحیت نہیں رکھتے لیکن خداوند عالم نے ہماری عقلوں پر اپنی تجلی ظاہر کی ہے اور ہماری عقل پر اپنی پرتو افگنی کی ہے جس کو ہم صفات اضافیہ اور صفات سلبیہ کی مدد سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

"وبھا امتنع منھا"

اور عقلوں کی وجہ سے ہی ہمیں اس کے احاطہ سے منع کیا ہے۔

چونکہ خداوند لامتناہی اور غیر محدود ہے اور ہماری عقل متناہی و محدود۔ اسی وجہ سے خداوند عالم ہماری عقل کے اندر نہیں سما سکتا اور اس حقیقت کا علم ہمیں اسی عقل کے ذریعہ ہوا ہے۔ ہم لوگ اپنی عقل کے ذریعہ ہی یہ سمجھ سکے ہیں کہ خداوند عالم ہماری عقل کے اندر نہیں سما سکتا ہے۔

"والیھا حاکمھا"

اور خداوند عالم نے عقل کی طرف ہی محاکمہ کیا ہے یعنی ہماری عقل کو حکم قرار دیا ہے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص میرا احاطہ نہیں کر سکتا کیونکہ میں ایک غیر محدود اور لامتناہی موجود ہوں۔ اور انسانی عقل اتنی بڑی نہیں ہے کہ مجھ تک پہونچ سکے۔ اس بات کے فیصلے کے لئے خداوند عالم نے عقل کو ہی حاکم مقرر کیا ہے۔ یعنی اگر اس حقیقت کے بارے میں کسی کو شک ہے تو وہ اپنی عقل کی طرف رجوع کرے۔ وہ عقل، جو خدا کا احاطہ کرنے سے

(باقی ص۲۲ پر)

چشم دید گواہ

حرم الٰہی اور خونریزی

مولانا میثم زیدی

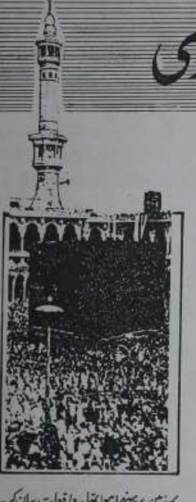

۱۹۸۷ء کا سال اپنے آخری مہینہ تک پہنچ گیا انگریزی کلنڈر کی ۳۱ر جولائی ۱۹۸۷ء کو جمعہ کا دن تھا۔ ساری دنیا میں اس تاریخ میں کوئی فرق نہ تھا لیکن قمری مہینوں کی تاریخیں جنکا تعلق اسلامی اعمال و عبادات سے بہت گہرا ہے، اس کی صحیح تاریخ کا تعین کس طرح ہو؟ یہ مسلمانوں کا پیدا کردہ ایک مسئلہ ہے۔ چنانچہ جب ۳۱ر جولائی ۱۹۸۷ء کو جمعہ کے دن ہندوستان میں ۴ر ذی الحجہ تھی تو اس وقت سعودی عرب میں شاہی فرمان کے مطابق ۶ر ذی الحجہ تھی۔ جبکہ رویت ہلال کی بنیاد پر صرف ایک دن کا فرق ممکن ہے۔ دو دنوں کا فرق نہ تو عقلاً ممکن ہے اور نہ اسلامی شریعت کے اعتبار سے ایسا ہونا مناسب ہے۔

بہرحال مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین پر اس سال ۳۱ر جولائی کو حج کے موقع پر جو واقعات رونما ہوئے، اُسے عالم اسلام نہایت سوگواری کے ساتھ ایک مدت تک یاد کرتا رہے گا اور جس طرح ۱۹۲۳ء میں اُسی سرزمین پاک پر قبہات المومنین و اصحاب رسولؐ کی قبروں پر شاندار شاہراہ تعمیر کرائی، جس پر ساری دنیا کے مسلمان تڑپ اٹھے۔ اور جب مسجد نبوی کی طرف بلڈوزر بڑھا تو ابھی اسکی آدھی عمارت ہی مسمار ہوئی تھی کہ مسلمانان عالم وہاں جا پہونچے اور مشرکین کے خلاف جہاد کے لئے آمادہ نظر آنے لگے تو نجدیوں کے وہی آقا جن کے اشاروں پر یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور جن کی سلطنت میں کبھی آفتاب غروب نہیں ہوتا تھا۔ اپنی حکومت کو متزلزل اور سورج کو ڈوبتے ہوئے دیکھ کر گھبرا اُٹھے اور اس طرح ان کا گنبد خضراء کو مسمار کرنے کا منصوبہ خاک میں مل گیا۔

لیکن وہ اپنی اس ناکامی کے بعد بھی دب کر نہیں بیٹھے۔ بلکہ اب اس فکر میں لگ گئے کہ عرب کی سرزمین پر ایک ایسی حکومت قائم کر دی جائے جو تمام مسلم ممالک کے لئے ناسور بن جائے۔ اس مقصد میں انہیں دوسری جنگ عظیم کے بعد بہترین موقع مل گیا اور وہ یہودی جو اصلاً نصرانیوں کے دشمن تھے انہیں یہودیوں کی ایک ریاست بنام اسرائیل قائم کر کے مسلمانوں کے کلیجہ پر کودوں دلا۔ اس طرح ایک تیر سے دو شکار کرتے ہوئے نصرانیوں نے اپنی بلا مسلمانوں کے سر منڈھ دی۔

ایسے ہی ایک ابن الوقت یہودی نواز برائے نام مسلمان کو سلطنت ترکیہ کا ایک ٹکڑا (حجاز و نجد) علیحدہ کر کے حکمراں بنا دیا، جسے کسی فقہ اور مسلک سے کوئی سروکار نہ تھا۔ ایسے ضمیر فروشوں کی کسی ملک اور قوم میں کمی نہیں ہے۔ بلکہ ہم خود اپنے ملک میں بھی آئے دن ایسے زر خرید غلاموں کو دیکھتے رہتے ہیں۔ بس اسی سے اندازہ کیجئے کہ اقتدار کے بھوکے کس طرح کسی مذہب کا سہارا لیکر کیسے اس مذہب کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

میں اس سال حج کے موقع پر اس مقدس سرزمین پر پہنچا ہوا تھا۔ واقعات بیان کرنے سے پہلے چند باتیں عرض کر دوں تاکہ آپ حضرات تمام واقعات کا صحیح جائزہ لے سکیں۔

مسجد الحرام سے تمام سمت میں ۷۔۸۔۹ کلومیٹر کے فاصلہ تک حدود حرم ہے جس کیلئے بہت سخت احکام ہیں کہ اگر کسی نے اُس حد کے اندر شکار کیا تو حرام کام کیا۔ اگر اس میں بیٹھے ہوئے کبوتر کو اُڑا دیا تو یہ بھی گناہ ہے اور اس کے عوض کفارہ ہے۔ اور مسجد الحرام اس مسجد کو کہتے ہیں جس میں خانۂ کعبہ ہے۔

آج سے آٹھ سال قبل ایران میں انقلاب آیا

اور اس کی آواز نے مستضعفین تک پہنچنے کیلئے ہر ممکن کوشش کی اور اُسی وقت سے ایران نے حج کے موقع پر مکہ، مدینہ اور منیٰ میں جلوس نکالنا شروع کیا، جس جلوس کا نام "برائت از مشرکین" رکھا۔ اگر تاریخِ اسلام میں تلاش کیا جائے تو ملے گا کہ حضور اکرم نے بھی "برائت از مشرکین" کا اجتماع حج کے موقع پر کیا تھا جس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے ہوتی ہے:۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ

(سورہ توبہ آیت ۳)

اور خدا اور رسولؐ کی طرف سے لوگوں کے لئے حج اکبر کے دن (موقع پر) یہ اعلان ہے کہ خدا اور اس کا رسولؐ مشرکین سے بیزار اور بَری ہیں۔

ہر سال اس جلوس میں مختلف ممالک کے حجاج کا اضافہ ہی ہوتا گیا۔ چنانچہ میں بھی اپنے دو رفقاء کے ساتھ جو شمالی یو۔پی کے رہنے والے ہیں، جلوس میں شرکت کے لئے روانہ ہوا۔

خانۂ کعبہ سے تقریباً ڈیڑھ دو کلومیٹر کے فاصلہ پر ایرانیوں کی قیام گاہ شروع ہوتی تھی۔ اسی جگہ ایرانیوں کی کرایہ پر لی ہوئی ایک عمارت کو بعثۃ الحج الایرانیین بنایا گیا تھا۔ عمارت پر بینر لگا ہوا تھا جس پر لکھا تھا

مقر المندوب الامام الخمینی۔ اس بلڈنگ کی تیسری منزل کو اسٹیج بنایا گیا تھا۔ سامنے کی طرف ایرانی پرچم لگا ہوا تھا۔

میں اپنے رفقاء کے ساتھ جلوس میں شامل ہونے کے لئے روانہ ہوا، اور جو کچھ بیان کر رہا ہوں خدا کو حاضر و ناظر رکھتے ہوئے کہہ رہا ہوں۔ جلوس کی طرف متوجہ تمام حضرات کی تعداد تقریباً چار لاکھ بتائی گئی اور میرا اندازہ بھی یہی تھا۔ جس میں ڈیڑھ لاکھ ایرانی اور باقی دیگر ممالک کے حضرات شریک تھے۔

جلوس کے اطراف ایرانی منتظمین ہاتھ میں ہاتھ ڈالے تھے، بازوؤں پر سرخ پٹیاں بندھی تھیں جن پر لا الہ الا اللہ لکھا ہوا تھا۔ ان منتظمین کی تعداد کا صحیح اندازہ لگانا مشکل تھا۔ پھر بھی یہ حضرات سات ہزار سے کم نہ ہوں گے۔ گرمی کی شدّت میں جلوس میں آنے والے حضرات کے سامنے ہر قدم پر یہ لوگ پانی پیش کر رہے تھے، پانی کا بہترین انتظام تھا۔

مقر مندوب سے سڑک کے دونوں طرف تقریباً ایک ایک کلومیٹر کے فاصلہ تک وافر مقدار میں لاؤڈ اسپیکر لگے ہوئے تھے۔ میں اپنے رفقاء کے ساتھ مقر مندوب کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ تقریروں کا سلسلہ جاری تھا۔ پھر قرأت مسلسل کے نام امام خمینی کا عربی میں ترجمہ شدہ پیغام سنایا گیا اور اُس کے بعد آیت اللہ خمینی کے نمائندہ در حرمین شریفین جناب آقائے مہدی کرّوبی نے فارسی میں تقریر کی۔ اس کے بعد اُن کی تقریر کا عربی میں خلاصہ سنایا گیا۔ پھر ایک شخص اسٹیج پر آیا جس نے نعرے لگوانے شروع کئے جو یہ تھے۔ اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ امریکہ عدو اللہ اسرائیل عدو اللہ۔

ان نعروں کے علاوہ بھی عربی زبان میں جو کہہ رہے تھے اُس کا ترجمہ یہ ہے۔ اسلام کا دشمن کون ہے؟ امریکہ، قرآن کا دشمن کون ہے؟ امریکہ! اے مسلمانو! مظلوم فلسطینیوں کی مدد کے لئے قیام کرو، بیت المقدس کو آزاد کراؤ، دنیا میں اسلامی پرچم لہراؤ۔

یہ سلسلہ سعودی حکومت سے اجازت حاصل کرنے کے بعد ہی پچھلے سات سال سے چل رہا ہے اور رفتہ رفتہ جلوس میں شرکاء کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے اور اس سال غیر ایرانی ڈھائی لاکھ حجاج شریک جلوس تھے۔

میں چار بجے شام وہاں پہنچا تھا اور تقریروں کا سلسلہ پونے چھ بجے تک جاری رہا۔ پھر نعروں کے ساتھ جلوس آگے بڑھنا شروع ہوا۔ وہی نعرے جو میں اوپر تحریر کر چکا ہوں۔ یہ جلوس جنت المعلیٰ کے بغل سے گذرتا ہوا پل حجون تک خیریت سے پہنچا۔ یہ جگہ مقر مندوب سے زیادہ سے زیادہ تین سو میٹر کے فاصلہ پر ہوگی جنّت المعلیٰ کے سامنے اس جلوس کا اگلا حصّہ تھا۔ اس جلوس میں سب سے آگے ایران کے جنگی معلولین اور معدوم شاہ کے ظلم سے کئے گئے معذور حجاج تھے جنہیں بعض ایک ہاتھ اور پاؤں والے تھے، بعض بغیر ہاتھ پاؤں والے تھے۔ ان کے نقل و حمل کے لئے دوسرے افراد تھے۔ اس کے بعد خواتین تھیں، اُن کے پیچھے سڑک کے ایک طرف مرد اور دوسری طرف خواتین تھیں۔

یہ جلوس جنّت المعلیٰ سے کچھ ہی آگے بڑھا تھا کہ ایک مرتبہ لاؤڈ اسپیکر پر اعلان ہوا کہ "توجہ کریں! ابھی ابھی ایران سے ایک اہم ترین

خبر آئی ہے" تمام مجمع خاموش ہو گیا۔ ایسا سناٹا اور سکوت کہ جیسے کوئی موجود ہی نہیں ہے۔ یہ خاموشی صرف اسی لئے تھی کہ اس خبر کو سنا جا سکے۔ اس کے بعد پھر اعلان کی آواز آئی کہ "ابھی ابھی ایران سے خبر آئی ہے کہ خلیج فارس میں امریکی ہیلی کاپٹر گشت کرتا ہوا اپنے بحری بیڑے کو مدد پہنچانے آیا اور وہیں منفجر ہو کر گر گیا" یہ خبر سنتے ہی سبھی کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور فضا میں اللہ اکبر کی صدائیں گونجنے لگیں۔

بس یہی صدائے اللہ اکبر تھی کہ ایک مرتبہ میں نے خود جنّت المعلیٰ کے سامنے واقع آٹھ منزلہ عمارت پر کھڑے پولیس کو گیلے گُلدان، پتھر پھینکتے دیکھا۔ کم از کم دس بارہ گملے اس جگہ گرے جہاں چیونٹیوں کے چلنے کی بھی جگہ نہیں تھی۔ پھر یک بیک گولیوں کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ لوگوں میں آواز بلند ہوئی کہ پلاسٹک کی گولیاں چل رہی ہیں، چونکہ حقیقی گولیاں ہونے کی کسی کو امید بھی نہ تھی۔ اور ابھی پوری طرح سے ذہن کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پایا تھا کہ معلوم ہوا کہ حقیقتاً ہوائی فائرنگ شروع ہو گئی۔ دو تین منٹ سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ ڈائریکٹ گولیاں چلنے لگیں قابلِ غور امر یہ ہے کہ جلوس میں سب سے آگے خواتین و معلولین تھے۔ ایسے مجروحین جنہیں خود ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اُن کی سواری اور گاڑی کو چلا سکے۔ یہی مجبور اور مجروح افراد سب سے پہلے سعودی حکومت کی گولیوں کا نشانہ بنے اور ان کے بعد خواتین بھی شہید ہونے لگیں۔ اگر ایران کسی پلان کے تحت یہ جلوس نکالتا تو یہ کونسی دانشمندی تھی کہ مجبوروں اور کمزوروں کو جلوس کا پیشرو بناتا۔ جو حضرات بھی حج کا شرف حاصل کر کے واپس

مظاہرہ شوکت و قوت اسلام کا مظہر ہے جس سے اسلام دشمن طاقتیں خوف زدہ ہیں۔

آ گئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیں گے اور اُن سے دریافت کرنے پر یہ حقائق معلوم ہو سکتے ہیں۔

جب گولیوں کی بوچھار کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر ممکن کوشش کی گئی کہ خواتین کو پیچھے کی طرف بھیجا جائے۔ میں اپنے رفقاء کے ساتھ سڑک پار کرنے والے ایک پل پر چڑھ گیا۔ لیکن دیکھا کہ پل کی دوسری طرف پولیس ہماری سمت گولیاں چلا رہی ہے تو ہم لوگ وہاں سے لوٹنے لگے۔ میرے دونوں ساتھی اسی اثناء میں جلوس کی بھیڑ میں مجھ سے بچھڑ گئے۔ اب میں تنہا تھا۔ راستے سے بھی پوری طرح واقف نہیں تھا۔ زندگی میں کبھی گولیاں چلتے نہیں دیکھی تھیں لیکن آج میرے دونوں کان مستقل گولیوں کی آواز سے گونج رہے تھے۔ خوشی اور غم کا سنگم تھا کہ اگر شہید ہو گیا تو اس سے بڑھ کر خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔ بہرحال اسی شش و پنج میں تھا اور جب کوئی راستہ نہیں پایا تو پل جون کے نیچے ایک گوشہ میں جا کر کھڑا ہو گیا جس جگہ جلوس میں شرکت کرنے والے تقریباً پندرہ سولہ پاکستانی حضرات بھی کھڑے تھے۔ اب جو عالم دیکھا بس عجیب ہی کیفیت تھی۔ پل کے اوپر سے گولیاں، سڑک پر گولیاں ہر طرف سے گولیوں کے چلنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

میں نے اپنی آنکھوں سے چار قسم کے اسلحے استعمال ہوتے ہوئے دیکھے۔ جن میں اولاً بندوق تھی، جو اکثر سول ڈریس میں پولیس کے ہاتھوں میں تھی۔ دوسرے اُن کے ہاتھوں میں تختے تھے جو تقریباً ڈھائی تین فٹ لمبے، چھ انچ چوڑے اور تقریباً ایک سینٹی میٹر موٹے ہوں گے۔ جن تختوں سے بے دردی کے ساتھ ایرانیوں کے

سر پر رسید کر رہے تھے۔ جس پر بھی تین چار ہاتھ پڑ جاتے تھے وہ گر جاتا تھا۔ تیسرا اسلحہ ان پولیس والوں کے ہاتھ میں رول کے مانند ایک میٹر کے قریب لمبی لکڑیاں تھیں، نہ جانے اس میں کون سی حکمت تھی کہ وہ لوگ کچھ کرتے تھے تو اس میں سے آگ جیسی نکلتی تھی۔ بعد میں ایک شخص سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس میں بجلی چارج کی جاتی ہے۔ اس کا بٹن دبانے سے بجلی انسان کے بدن پر اثر انداز ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے بھی دیکھا تھا کہ جس کے سامنے اس آلہ سے بجلی نکلتی تھی وہ بے چین ہو کر گر جاتا تھا۔

میں پل کے نیچے کھڑا تھا میرے قریب ہی کھڑی ایک گاڑی نے گیس چھوڑی جسے میں نے دیکھتے ہی آنکھیں بند کر لیں کہ شاید آنسو گیس ہے مگر اس کا رُخ میری طرف نہیں تھا بلکہ گاڑی سے آگے کی سڑک اور پیچھے کی سڑک پر ایرانیوں پر گیس پھینکی جا رہی تھی۔ اس لئے میں اس جگہ بھی بچ گیا۔ میں نے یہ دیکھا کہ جس پر بھی یہ گیس پڑ رہی ہے وہ گرا جا رہا ہے۔ اس وقت میں نہیں سمجھ سکا کہ کیسی گیس ہے۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ زہریلی گیس تھی جس سے انسان کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ اگر انسان نے فوراً ہی بدن کو آگ دکھا دی تو بچ جائے گا ورنہ نہیں۔

ان چار قسم کے اسلحوں کا استعمال چھ بجکر ۲۵ منٹ سے سات بجکر ۲۵ منٹ تک میں نے خود وہاں پر موجود رہ کر استعمال ہوتے دیکھا اور پچاس منٹ تک مسلسل گولیاں چلتے ہوئے میں نے خود اپنے کانوں سے سنیں۔ خونِ شہداء سے زمین سرخ ہو گئی تھی۔ میں نے خود پل کے نیچے کم از کم تیس افراد کو جن میں نوجوان، بوڑھے اور عورتیں تھیں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑتے ہوئے دیکھا۔

پھر جب میں نے کچھ سکون محسوس کیا تو اس جگہ سے شہداء کے درمیان سے گذرتا ہوا اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔

اس پل کے پیچھے اتنی مدت میں ایک اور منظر میں نے دیکھا کہ ایرانیوں کی ایمبولنس آ رہی تھی، جس میں کچھ زخمی تھے۔ پولیس نے اُس کے شیشے توڑ ڈالے۔ اُس کے بعد ڈرائیور کو اتار کر گولی مار دی اور اُس کے بعد زخمیوں کو مارنے لگے۔ پھر پولیس والا ایمبولنس پر چڑھ گیا اور اُسے اسٹارٹ کر کے کہیں لیکر چلا گیا۔

میں اپنی منزل پر اس حالت میں پہنچا کہ میرے پاؤں شہداء کے خون سے لت پت تھے، کرتا پھٹ چکا تھا، ایک چپل ضائع ہو گئی تھی، دوسری خون میں تر تھی، ہاتھ پاؤں دھو کر نمازِ مغربین ادا کی۔ اُس کے بعد اپنے رفقاء کی فکر ہوئی۔ مگر معلوم ہوا کہ اُس پورے علاقے کی لائٹ اور پانی بند کر دیا گیا جہاں ایرانی رہتے ہیں۔

یہ تمام واقعات تو وہ ہیں جنہیں میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن ان کے علاوہ بے شمار واقعات ایسے ہیں جنہیں میں نے خود تو نہیں دیکھا لیکن دوسرے ساتھیوں نے دیکھا اور میں نے اُن سے یا دوسرے لوگوں سے سنا۔ مثلاً اسی شب کا یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک ایرانی جب مسجد الحرام میں جا رہا تھا تو سعودی پولیس نے اُس کے سر پر بندوق کے کندے سے وار کیا۔ جسے وہ برداشت نہ کر سکا

اور وہیں خانہ کعبہ کے سامنے اس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

سعودی ذرائع ابلاغ کے متعلق بھی چند باتیں جو میرے علم میں ہیں پیش کر دینا مناسب ہو گا کہ اسی حادثہ کی شب میں سعودی ریڈیو سے جو پہلی خبر نشر ہوئی اس کے الفاظ تو پیش کرنا ممکن نہیں، البتہ مفہوم یہ تھا کہ "مسجد سے نکلتے ہوئے نمازیوں کو ایرانیوں نے روکا جس کے نتیجہ میں جھڑپ ہوئی تو پولیس کو مجبوراً مداخلت کرنا پڑی جس کے نتیجہ میں ایک ایرانی ہلاک ہوا"۔

غور فرمایئے کہ نمازِ عصر کا وقت ۴½ بجے اور مغرب کا وقت ۷½ بجے تھا۔ جبکہ یہ واقعہ چھ بجے سے سات بجے کے درمیان شروع ہوا۔

دوسری بار سعودی عرب کے ریڈیو نے وہاں کے وزیر داخلہ کا بیان نشر کیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ "ایران ہم عرب ممالک کے منافع کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے، چونکہ ہمارے منافع امریکہ سے وابستہ ہیں، اور ہم ان سب باتوں کو برداشت نہیں کر سکتے ہیں"۔

اس خبر سے صاف طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سارے واقعات ایک منصوبے کے تحت پیش آئے جس کی پہلے سے تیاری تھی۔

پھر دوسرے دن صبح کے روزنامہ کی خبر کا مفہوم یہ ہے کہ "ایرانیوں نے مسجد الحرام کے دروازے بند کر دیئے تھے، صرف ایک دروازہ کھلا رکھا جس سے گزرنے والے امام خمینی کی بیعت کریں اس کے بعد مسجد الحرام میں داخل ہوں اور مناسک حج کی ادائیگی کے بعد (معاذاللہ) خانہ کعبہ کو نذرِ آتش کر دیں۔"

اسی طرح ایک دوسرے اخبار میں اس طرح پروپیگنڈہ کیا گیا کہ "مسجد الحرام میں داخل ہونے والے پہلے امام خمینی کی بیعت کریں اور مناسک حج انجام پا جانے کے بعد خانہ کعبہ کو ایران کے مقدس شہر قم منتقل کر دیا جائے تاکہ مناسک حج وہیں انجام پائیں۔"

یہاں پر مجھے صرف یہی کہنا ہے کہ صاحبانِ نظر غور و فکر کریں اور خبروں کے انداز سے خود ہی کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش فرمائیں کہ کیا مسجد الحرام کا دروازہ بند ہوا اور بیعت کا سلسلہ چلا؟ کیا خانۂ کعبہ جائیداد منقولہ ہے جسے جب جہاں چاہا اُٹھا لے گئے؟ کیا خانۂ کعبہ کو نذرِ آتش کرنے یا منہدم کرنے کا نجدیوں کے علاوہ دنیا کے کسی خطے کا کوئی مسلمان تصور بھی کر سکتا ہے؟ اور کیا وہ مسلمان کہلا سکتا ہے؟

مناسب ہے کہ آپ حضرات خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ جس ملک کے منافع امریکہ سے وابستہ ہوں وہ کہاں تک اسلام دوست ہو سکتا ہے۔؟!!

بقیہ:
صفحہ ۔۔ سے آگے

صحیح جوابات

۱۳۔ کتاب "خلافت و ملوکیت" مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی معرکتہ الآرا تصنیف ہے۔ مولانا مودودی کی دیگر اہم تصانیف یہ ہیں۔ تفہیم القرآن، پردہ، الجہاد فی الاسلام وغیرہ۔

۱۴۔ یہ جملہ امام خمینی مدظلہ العالی کا ہے۔ حجۃ الاسلام محتشمی نے سانحۂ مکہ مکرمہ کے بارے میں اسلامی ممالک کے وزراء داخلہ کے نام اپنے پیغام میں اس کو بطور حوالہ لکھا ہے۔ راہِ اسلام شمارہ ۴۳ صفحہ ۳۶ پر اس کو شائع کیا گیا۔

○ ○ ○

بقیہ: نجدیوں کا ہیرو...

لکھا ہے "عرب آپریشن کی کامیابی کا واحد سبب وہ رقم تھی جو وطلارنس کو بڑی مقدار میں خرچ کرنا تھا نہ کہ اس کی جرأت و ہمت اور سوجھ بوجھ"

یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء کو شریف حسین نے اپنے شاہ حجاز ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور ترکی فوج پر پے در پے حملے شروع کر دیئے نجدیوں نے ترکی فوج کی ناکہ بندی کر کے اور حملے کر کے عرب زمین سے اس کا صفایا کر دیا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ انڈیا آفس ابن سعود کو روپیہ اور اسلحہ فراہم کر رہا تھا۔ جو بندر کویت اور جبل شمار کے راستے نجدیوں کو حاصل ہو رہا تھا۔ اور دوسری طرف فارن آفس اور شریف حسین مدد دے رہے تھے ساتھ ہی انگریز تماشہ بھی دیکھ رہے تھے کہ عربوں کا لیڈر کون ہے؟ شریف حسین یا ابن سعود! آخر کار نگر پردیا رات کے وقت حملہ کر کے شریف حسین اور عبداللہ کی فوجوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ عبداللہ مشکل سے جان بچا کر بھاگا۔

اور شریف مکہ کو جزیرہ قبرص میں لے جا کر نظر بند کر دیا۔ لارنس نے اپنی یادداشتوں میں بتایا ہے کہ بغاوت کا مقصد شروع ہی سے عربوں پر برطانیہ کا کنٹرول کرنا اور ایسے حالات پیدا کرنا تھے کہ مسلمانوں کے اختلافات ختم نہ ہوں اور نہ وہ کبھی متحد ہو سکیں۔

ابلیس کا یہی اپنے فرزندوں کے نام پیغام تھا۔ کہ توحیدِ خالص کے خوشنما نعرے کی آڑ میں مسلمانوں کو گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر کے ان کی متحدہ قوت ختم کر دو۔ یہ شیطانی (برطانوی) سیاست کی کرشمہ سازی تھی کہ لارنس کے مکروہ چہرے پر اسلام کی نقاب ڈال کر ایک طرف شریف مکہ کو خلیفہ بنانے کا عہد و پیمان کیا۔ دوسری جانب رات کی تاریکی میں اُسے عبدالعزیز کے غیظ و غضب کا نشانہ بنوا دیا۔

سانحہ جمعہ سیاہ مکہ مکرمہ اور حدیث حج خون

از: محمد جواد حجتی کرمانی

دوسری قسط

میدان معابدہ سے حجون پل کی طرف جاتے وقت شہر مکہ کی سڑکوں اور گلیوں میں خوف و دہشت اور نا امنی و بے سروسامانی کا بازار گرم تھا اور حجون پل سے مسجد الحرام تک اضطراب اور بے چینی پھیلی ہوئی تھی لیکن میدان معابدہ کے اس طرف ایسا کچھ بھی نہ تھا۔

یہ ایک فطری بات ہے کہ بھیڑ لوگوں کو اپنے ساتھ لئے ہوئے تھی۔ بہرحال واقعے کے سلسلے میں مزید معلومات فراہم کرنے اور ابہام و لاعلمی کی دنیا سے باہر نکلنے کے لئے میں اس جوان کے ساتھ چل پڑا اور ٹیڑھی میڑھی و تنگ و تاریک گلیوں سے گزرتا ہوا میں بعثہ امام کے سامنے پہونچ گیا جہاں لوگ دوڑ بھاگ اور نالہ و فریاد کرتے ہوئے نظر آئے۔ اس بھیڑ میں اس نوجوان کے علاوہ جس کے ساتھ میں نے رات کا کافی حصہ راستہ طے کرتے ہوئے گزارا تھا کسی کا چہرہ یاد نہیں ہے اور ایسے حالات میں لوگوں کی بھاگ دوڑ، نالہ و فریاد اور پریشانی و بے سروسامانی کے علاوہ کچھ یاد نہیں رہتا۔

جس عمارت میں بعثہ امام (دفتر امام خمینی) واقع تھا، وہاں کی بجلی کٹی ہوئی تھی چنانچہ تاریکی کے ماحول میں بھی لوگ دیگر افراد کو ایک جگہ پر جمع کرنے اور زخمیوں اور مصیبت زدہ لوگوں کو منتقل کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ بعد میں لوگوں نے بتایا کہ بعثہ امام میں پانی کی سپلائی بھی روک دی گئی ہے۔ ایک آدمی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کا کام انجام دے رہا تھا۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ فرار و بیقراری اور خون و اضطراب کے ماحول میں بھولے بھٹکے لوگوں کو ایک جگہ پر جمع کرنا انتہائی دشوار کام ہے اس اضطراب اور بے سروسامانی کے عالم میں ایک لاکھ پچاس ہزار حجاج کی دیکھ بھال اور ایسے ماحول میں خوشنودی پروردگار کے لئے کام کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی خدمات کو بیان کریں تاکہ دوسرے لوگ ان کی بہادری کے ساتھ ہی ساتھ ان کے مسائل و معاملات سے بھی آگاہ ہو جائیں۔ اور لوگوں میں مظلوم کی حمایت کا جذبہ پوری طرح اجاگر ہو جائے۔

ابھی میں ان حالات کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ ہی رہا تھا کہ کچھ لوگ ایک چادر کے چاروں کونوں کو پکڑے ہوئے بعثہ امام کی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے۔ چادر کے اوپر ایک بے حرکت جسم پڑا ہوا تھا۔ یہ لوگ تیز قدموں سے بعثہ امام میں داخل ہوگئے۔

ایک شخص نے کہا "لاش ہے" لیکن مجھے یقین نہ ہوا۔ میں نے اس شخص سے دریافت کیا؟

"کیا واقعی لاش ہے؟"

ابھی وہ آدمی میرے سوال کا جواب نہ دے پایا تھا کہ کچھ لوگ دوسری لاش لاتے ہوئے نظر آئے۔ چونکہ میں اصل واقعہ سے ناواقف تھا اس لئے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک آدمی کے ارد گرد حلقہ کئے ہوئے ہیں۔ قریب گیا تو دیکھتا ہوں کہ امام جمعہ رفسنجان الحاج شیخ ہاشمیان ایک کپڑا اپنی کمر میں باندھے ہوئے لوگوں سے پوچھ رہے تھے کہ کیا کروں؟

لوگوں نے بتایا کہ دیگر ہزاروں حجاج کرام کی طرح یہ بھی جھگڑے میں پھنس گئے تھے لیکن کسی طرح جان بچا کر یہاں تک آ گئے ہیں۔ جناب ہاشمیان سے مزاج پرسی کی ہمت نہ ہوئی۔ میں نے اپنے دوست سے کہا کہ ایسی جگہ چلو جہاں ہم لوگوں کو اس بے سروسامانی سے نجات مل جائے۔ یہاں اگر کسی نے اپنی مدد خود نہ کی تو مدد کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے اگرچہ امدادی جماعت والے لوگ جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔

ہم لوگ اپنی قیامگاہ تک آ گئے۔ یہ جگہ بعثہ امام والی عمارت کے بالکل قریب تھی۔ پولیس نے اس جگہ کا محاصرہ کر رکھا تھا لہٰذا ہم دونوں آدمی واپس آ گئے۔ ہم لوگ میدان معابدہ کی طرف بڑھنے لگے۔ کافی دور جانے کے بعد خراسان کے ایک عالم دین دکھائی پڑے۔ وہ ہم لوگوں کو اپنے قافلے میں لے گئے۔ قافلہ میں بڑی خاموشی نظر آئی۔ کچھ لوگ اپنے ساتھیوں کی آمد اور باہر کی خبر معلوم کرنے کے لئے بے چین تھے۔ ایک ایک کر کے لوگ قافلے کے اندر داخل ہو رہے تھے۔ لوگوں کی آمد پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے یہ آواز بلند ہوتی تھی "فلاں آ گئے"۔ ہم لوگ ایک خیمے کے اندر داخل ہوئے۔ شہید ہاشمی نژاد کے بھائی سید احمد ہاشمی نژاد زخمی حالت میں ایک توشک پر پڑے ہوئے تھے۔ میرے دوست نے اپنے ساتھی کو اس حال میں دیکھا تو صدمہ بھری آواز سے پوچھا۔

"اے بھائی ہاشمی نژاد آپ یہاں پڑے ہوئے ہیں؟ اس مجاہد جانباز کو کہاں چھوڑا جو آپ کے ساتھ تھا؟"

جناب ہاشمی نژاد نے روتے ہوئے جواب دیا "میں نہیں جانتا... ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ مجاہد جانباز شہادت سے ہم آغوش ہو گئے۔ چونکہ ان کے دونوں پیر کٹے ہوئے تھے اس لئے وہ بھاگ نہیں سکتے تھے۔ آخری بار انہوں نے مجھ سے صرف اتنا کہا تھا کہ لوگوں کی بھیڑ ہماری طرف امنڈتی چلی آ رہی ہے کیا کریں؟ اس کے بعد امنڈتی ہوئی بھیڑ کے دباؤ کی وجہ سے ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اے کاش! میں مر جاتا اور مجاہد جانباز کی جان بچ جاتی"۔

میرے دوست کو اس خبر سے بڑا صدمہ پہونچا۔ وہ کہنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجاہد جانباز بھی شہادت سے ہمکنار ہو گیا جس کے دیکھ بھال کی ذمہ داری میرے سپرد تھی"۔

تھوڑی دیر بعد ہم لوگوں نے نماز پڑھی پھر امام جمعہ شیروان جناب حسینی مشہدی یہاں آ گئے اور ہم لوگوں کو تسلی دے کر پھر باہر چلے گئے جاتے ہوئے انھوں نے میرے کان میں کہا۔ میرا خیال ہے کہ برادر ہاشمی نژاد اور آپ کے دوست کو اپنے قافلے میں واپس چلا جانا چاہیئے۔

بہرحال کچھ دیر بعد برادر ہاشمی نژاد میرے دوست کے ساتھ اپنے قافلے کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان لوگوں کا قافلہ مسجد الحرام کے قریب ہوٹل نسیج میں مقیم تھا۔

اس کے بعد بعثہ امام اور ایرانی قافلوں کے درمیان رابطہ برقرار رکھنے والوں میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ آپ یہاں رک جائیے میں آپ کے قافلے والوں کو خبر کر دوں گا"۔ بہرحال ہم لوگوں نے گیارہ بجے رات میں کچھ کھانا کھایا اور سب لوگ سو گئے۔ مجھے کافی رات گئے تک نیند نہیں آئی۔ دو بجے رات میں رابطہ بعثہ امام سے وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ حتی الامکان کوشش کے بعد بھی میں آپ کے قافلے والوں کو آپ کے بارے میں مطلع نہیں کر سکا۔ یہ خبر سنتے ہی میں بے چین ہو گیا کہ میرے قافلے والے یہ سوچ رہے ہوں گے کہ میں کھو گیا ہوں جبکہ میں کھویا نہیں ہوں۔

کاروان ارشدی کے لوگوں نے رات اضطراب و بے چینی کے عالم میں بسر کی کیونکہ ان لوگوں کا خیال تھا کہ میں گم ہو گیا ہوں جب کہ میں مطمئن تھا کہ گم نہیں ہوا بلکہ اپنے قافلے والوں کی پریشانی کے خیال سے پریشان تھا۔ جناب حسینی نے صبح ہوتے ہی خبر دی کہ کل کے حادثے میں چالیس خواتین شہید ہو گئیں۔ ایک چشم دید گواہ کے مطابق آٹھ جنازے سڑک پر پڑے ہوئے تھے۔ لیکن اب تک حادثے میں جان بحق تسلیم ہونے والوں کی صحیح تعداد کا علم نہ ہو سکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد یعنی تقریباً ۹ بجے میں اپنے قافلے واپس آ گیا۔ میں سیدھے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ وہاں لیکن میں اسلامی جمہوریہ

ایران کے سفیر جناب سلمان غفاری اور تھائی لینڈ میں مرکز اہلبیت کے چیرمین جناب بسوز کی مسکو بیج مکہ مکرمہ میں میرے ہی کمرے میں مقیم تھے۔ یہ دونوں آدمی بڑی بیقراری سے میرا انتظار کر رہے تھے۔ پوری رات ان لوگوں نے بڑی بے چینی میں بسر کی تھی۔ چنانچہ مجھے دیکھتے ہی یہ لوگ خوش ہو گئے۔ مجھے دیکھتے ہی برادر غفاری کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ سجدۂ شکر الٰہی میں مصروف ہو گئے..... میں نے برادر غفاری سے پوچھا۔

"کہیئے کیا حال ہے۔ کل رات آپ نے کہاں گزاری؟"

انھوں نے جواب دیتے ہوئے کہا "ہم لوگوں نے پوری رات انتہائی اضطراب میں بسر کی۔ دو تین مرتبہ میں نے قافلے کے اردگرد چکر لگایا۔ تقریباً ۴۴ جنازہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ ان ظالموں نے ہم لوگوں کے ساتھ انتہائی وحشیانہ سلوک کیا ہے..... اس جانگداز حادثے میں شہید ہونے والوں کی صحیح تعداد اب تک نہیں معلوم ہو سکی..... زخمیوں کی تعداد کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے اور کافی لوگ اس بھیڑ میں گم ہو گئے ہیں۔ بہرحال کچھ دیر تک اپنے ان دوستوں سے گفتگو کے بعد میں نے اپنے قافلے کے دوسرے ساتھیوں سے ملاقات اور پھر ایران سے رابطہ قائم کرنے کے لئے ٹیلی فون آفس کی طرف چل پڑے۔ وہاں کافی بھیڑ تھی۔ میں بعثہ امام کی طرف واپس آگیا اور ایک بجے دن کا وقت لے کر میں اپنے بھائی اور اپنی بہن کی خیریت معلوم کرنے کے لئے نکل پڑا — یہ دونوں تہران اور کرمان کے قافلوں میں الگ الگ جگہ پر مقیم تھے۔ عرفات کے میدان میں آقائی کروبی نے میرے بھائی کی خیریت بتائی تھی۔ اس کے بعد مجھے ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم

ہو سکا تھا۔ مجھے ان کے قافلے کا نمبر اور محل سکونت کا بھی علم نہ تھا۔ وہ میری تلاش میں بعثہ امام تک آئے لیکن صحیح پتہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے واپس چلے گئے۔

تقریباً سوا نو بجے میں امام جمعہ یزد آیۃ اللہ خاتمی کے فرزند سید علی خاتمی کے ہمراہ اس علاقے کی طرف چل پڑے جہاں یزد و کرمان کے قافلے مقیم تھے۔ قافلہ یزد کے بالکل سامنے ہی کرمان والوں کا قافلہ تھا۔ سید علی خاتمی اپنے گمشدہ کی تلاش میں قافلہ یزد میں داخل ہو گئے۔ راستے میں میں نے "المدینہ" اخبار خرید لیا تھا۔ اخبار کے پہلے صفحہ پر مسجد الحرام اور خانۂ کعبہ کی دلکش و رنگین تصویر شائع کی گئی تھی اور دوسرے صفحے پر کل کے حادثے کے بارے میں سعودی وزارت داخلہ کا ایک بیان موجود تھا جس میں مختصر لفظوں میں یہ کہا گیا تھا کہ کل ایرانیوں کے مظاہرہ کے دوران ایرانی اور سعودی و دیگر غیر ایرانی حجاج کے درمیان جھگڑا ہوا۔ سعودی پولیس نے مداخلت کی جس کے نتیجے میں کچھ لوگ زخمی اور ہلاک ہو گئے ہیں۔"

میری بہن کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ کل کے ہولناک حادثے کے دوران انھیں کیسے وحشیانہ مصائب و مظالم کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن ان کی باتوں سے خواتین حجاج کے دردناک شہادت کا منظر میری نگاہوں کے سامنے آگیا۔ انھوں نے بتایا کہ مظاہرین پر سعودی پولیس کے حملے کے بعد ہونے والی بھگدڑ کے دوران میں تین مرتبہ زمین پر اس طرح گری کہ بے شمار لوگ مجھکو کچلتے ہوئے آگے نکل گئے لیکن ہر بار کوئی مجھے سہارا دے کر کھڑا کر دیتا تھا۔ تیسری مرتبہ میں روتی چلاتی ہوئی آگے کی طرف بڑھی۔ موت میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ اپنے کم سن بچے کی یاد آتے ہی میرا دل تڑپ گیا۔ اور میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح آگے کی طرف بھاگنے لگی۔ اس بھاگ دوڑ میں جن لوگوں کے پیر ٹوٹ گئے تھے وہ اس طرح نالہ و فریاد اور گریہ و زاری کر رہے تھے کہ ہر سننے والے کا دل تڑپ جاتے اور اس فریاد کو سننے والے لوگ بھی عنقریب اسی طرح کی حالت سے دوچار ہونے والے تھے۔ مختصر یہ کہ صورت حال ایسی ہو گئی تھی کہ کوئی کسی کا پرسان حال نہ تھا اور ہر آدمی یہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد اسے اس مہلک پریشانی سے نجات مل جائے۔

میری بہن کہہ رہی تھی کہ یہ فقط معجزہ تھا کہ میری جان بچ گئی ورنہ میں تو موت کے منہ میں پہونچ چکی تھی۔ یہ فقط میری بہن کا بیان نہیں بلکہ اس مہلک حادثے میں گرفتار ہونے والی اکثر خواتین نے یہی بتایا کہ ان کا زندہ و سلامت باقی رہنا ایک معجزہ تھا۔

موقع ملتے ہی میں سجدۂ شکر بجالایا اور حقیقت یہ ہے کہ ایسے موقع پر انسان دل و جان سے اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتا ہے اور انسان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ایسے ہی ماحول میں ناقابل بیان جذبات کی تجلی و عکاسی دکھائی دیتی ہے۔ یہ وہ منزل ہے کہ لوگوں نے اپنے اعزا کی آنکھوں کے سامنے شربت شہادت نوش کیا ہے اور کافی تلاش و جستجو کے بعد لوگوں کو اپنے بھائی، بہن، زوجہ، شوہر یا نوجوان بیٹے کا چہرہ اسپتال کے بستر پر یا مردہ خانہ کے تختہ پر دیکھنے کو ملا ہے اور اپنے گمشدہ کی تلاش میں ان لوگوں کو اپنی زندگی کا ہر لمحہ ایک طولانی عمر کے مانند نظر آیا ہے امید و بیم کی دشوار گزار راہوں کو یاد کرنے کے بعد لوگوں کو اپنے عزیز کا جنازہ ہی ہاتھ لگا ہے۔ درحقیقت اس حادثہ کے دوران ان لوگوں نے اپنی زندگی کے سخت ترین مراحل طے کئے ہیں۔ لوگوں نے اس سلسلے میں بے شمار دردانگیز واقعات سنائے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ شہر مکہ میں اس دردانگیز سانحے کے بعد ایک شخص کو اپنی بیوی کا جنازہ ملا تو وہ بے اختیار گریہ و زاری کرنے لگا۔ لوگوں نے اس سے اس غیر معمولی بے چینی و بیقراری کا سبب دریافت کیا۔ کہنے لگا کہ میری بیوی آٹھ بچوں کی ماں ہے۔ سفر حج سے واپسی میں میرے بچے اپنی ماں کے بارے میں سوال کریں گے تو میں کیا جواب دوں گا۔ جی ہاں! قافلے کے لوگ اس سلسلے میں اپنے اپنے جذبات و خیالات کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

کوئی کہہ رہا تھا کہ ہم لوگوں نے کیا گناہ کیا ہے کہ ہمارے نوجوان ایران۔ عراق جنگ میں قتل کئے جائیں اور یہاں بھی ہمارے نوجوانوں، مردوں اور عورتوں کو خاک و خون میں غلطاں کر دیا جائے۔ ویسے تو یہ عامیانہ اور سطحی نتائج معلوم ہوتے ہیں لیکن ان بیانات و نتائج سے اس کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے جو شہر مکہ میں اکثر ایرانی اور غیر ایرانی حجاج پر طاری تھی۔ انشاء اللہ آیندہ شماروں میں اس واقعہ کے سلسلے میں لوگوں کے افکار و خیالات کا تفصیلی تذکرہ کروں گا اور ان شہادت طلب نوجوانوں کے بیانات بھی نقل کروں گا، جو یہ نعرہ بلند کر رہے تھے کہ اگر امام سے حکم جہاد مل جاتا تو سعودی جلادوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہ جاتا۔"

(باقی آیندہ)

بقیہ:
تعلیمات نہج البلاغہ

عاجز و قاصر ہے، لطف و توفیق خداوندی کے ذریعہ اتنی صلاحیت ضرور رکھتی ہے کہ خدا کا احاطہ کرنا اس کے امکان سے باہر ہے۔ عقل انسانی خدا کو سمجھنے سے عاجز ہے اور آئندہ بھی وہ اس کام سے عاجز رہے گی۔

حضرت امیرؑ کے ان تینوں جملوں کی ادبی و علمی اہمیت و جاذبیت کا اندازہ اسی وقت ممکن ہے جب ان میں بیان کئے گئے مطالب کا بغور مطالعہ کیا جائے۔

اس خوبصورت مقدمہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند عالم مدعی ہے اور انسانی عقل مدعی علیہ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ فیصلہ کرنے کی ذمہ داری بھی انسانی عقل کے سپرد کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح و سالم بھی فیصلہ کرتی ہے کہ اس میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ خدا کا احاطہ کر سکے البتہ یہ بھی معلوم ہے کہ خداوند عالم کی بزرگی جسمانی بزرگی نہیں ہے۔ اس بزرگی میں لمبائی چوڑائی اور گہرائی و موٹائی وغیرہ نہیں ہے۔ خداوند عالم فوق عالم مادہ ہے۔ چنانچہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ "سبحان ربی العظیم" یعنی میرا خدائے عظیم و بزرگ پاک و پاکیزہ ہے تو اس سے جسمانی عظمت و بزرگی مراد نہیں ہے۔

عظمت و بزرگی خداوند:-

اصول کافی میں منقول ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ راوی کے ذہن میں "اللہ اکبر" کا مطلب یہ ہے کہ "اللہ اکبر من کل شیٔ" یعنی خداوند عالم تمام چیزوں سے بزرگ تر ہے۔ پس اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اتنا بڑا و بزرگ ہے کہ خدا اس سے زیادہ بڑا و بزرگ ہے کیونکہ اکبر افعل کے وزن پر ہے اور اس کا تعلق باب افعل التفضیل سے ہے پس اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا ہم سے بڑا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اپنے لئے بھی ایک عظمت و بزرگی کے قائل ہیں لیکن حضرت راوی کے خیال کی تصحیح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ خداوند عالم تمام چیزوں سے بزرگ ہے۔ درحقیقت خداوند عالم کے سامنے تمام چیزوں کی عظمت و بزرگی ہیچ ہے پس اللہ اکبر کا مطلب یہ ہے کہ "اللہ اکبر من ان یوصف" یعنی خداوند عالم اتنا عظیم و بزرگ ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔

○ ○ ○

جداکر دیا اور ہم یہ بحث کیا کرتے تھے کہ عورت کو لکھنا سکھایا جائے یا نہیں؟ ہم یہ استدلال کیا کرتے تھے کہ اگر عورت نے لکھنا سیکھ لیا تو ممکن ہے کہ وہ کسی نامحرم کو خط لکھنے لگے (اس استدلال کی روشنی میں بہتر تو یہ تھا کہ ہم لوگ عورت کو اندھا کر دیتے تاکہ وہ کبھی کسی نامحرم کو نہ دیکھ پاتی)

درحقیقت نعرہ تو یہ تھا کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت کیلئے واجب ہے۔ اس حدیث کو پیغمبر اسلام نے متعدد بار منبر سے بیان کیا اور رمضان المبارک میں پورے مہینے تک اس حدیث کے بارے میں بیان کرتے رہے لیکن مرد کو تو حصول علم کا حق ہمیشہ حاصل رہا اور عورت مجموعی اعتبار سے اس حق سے محروم رہی اور فقط متمول گھرانے کی ان عورتوں کو علم کی دولت حاصل ہو سکی جن کے گھر والوں نے خصوصی معلم کا اہتمام کیا۔ مختصر لفظوں میں اکثر مسلمان خواتین اس دینی فریضے کو انجام نہ دے سکیں کیونکہ گھر پر معلم کا انتظام کرنا ہر مسلمان کے بس کی بات نہ تھی۔

مختصر یہ کہ عورت کو تمام چیزوں سے محروم کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ اسلام، دینی احکام اور اپنے مذہب کی شناخت سے بھی محروم ہو گئی۔ چونکہ وہ صاحب علم نہ تھی لہٰذا اسے غیبت میں مصروف رہنا چاہیئے تھا چنانچہ وہ اسمیں مصروف رہی۔ جب وہ علمی و فکری سرگرمیوں سے دور رہی تو اس کا بیہودہ کاموں میں مشغول رہنا ایک فطری امر ہے لہٰذا وہ بیکار کے کاموں میں لگی رہی۔ چونکہ علم و کتاب اور مجلس و منبر کی طرف اس کو راستہ نہیں دیا گیا لہٰذا وہ اس مرد کے برابر کیسے آسکتی ہے جو صاحب علم اور ہر طرح کی مجالس میں شامل ہونے کے لئے پوری طرح آزاد ہے۔ اس کی مثال تو بس ایسی ہے کہ کسی کا ہاتھ توڑ دیجئے اور پھر یہ کہیئے کہ چونکہ یہ مفلوج ہے اس لئے یہ تمام چیزوں سے محروم ہے۔ اور افسوسناک بات یہ ہے کہ خرافات، جہالت، پسماندگی، قومی روایات، قدیم بدوی نظام کی میراث، وغلامی اور جنسی و نفسیاتی فقدان نے عورت کو مکڑی کے جالے کی طرح اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا اور عورت بیچاری ان تمام پھندوں کے درمیان اسیر ہو چکی تھی۔ اور مذہب اسلام، سنت پیغمبر اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نام سے عورت کی پردہ نشینی کی توجیہ کی جاتی تھی۔ اور عورت کی عفت و پاکیزگی پر زور دیتے ہوئے اس سے یہ مطالبہ کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کا کام حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے۔ میں نہیں سمجھ پاتا کہ جو خود ناقص اور نامستعد ہے، تعلیم و تربیت، نعمت علم و فکر، تہذیب و تمدن کی عظمت اور سماجی تربیت سے ناواقف ہے کیا وہ بچوں کی اچھی تربیت جیسی اہم ذمہ داری کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے سکتی ہے اور نسل آئندہ کی تربیت و پرورش کا کام کیسے انجام دے سکتی ہے۔

ظلم کے وجود میں آنے کے لئے دو افراد ذمہ دار ہیں۔ ان میں سے ایک ظالم ہے اور دوسرا وہ شخص جو ظلم کو قبول کر لیتا ہے۔

لیکن اس سے زیادہ مضحکہ خیز بات عورت کی دوسری حالت ہے یعنی یہ کہ اس کو "بیکار کی عورت" کے نام سے یاد کیا جاتا چاہیئے اور وہ ایک گھریلو عورت ہے اور یہ دوسرا وحشتناک حادثہ ہے۔ وہ ہمارے گاؤں اور دیہات کی عورت نہیں ہے جو گھر کے باہر اپنے مرد کے کھیت کھلیان کے کام بھی انجام دیتی ہے۔ پیداوار اور گھر کی آمدنی میں حقدار ہے۔ وہ گھر کا کام بھی انجام دیتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ جانوروں کے لئے چارہ وغیرہ کا انتظام بھی کرتی ہے، دودھ نکالتی ہے پھر دودھ سے گھی، دہی وغیرہ تیار کرتی ہے۔ سوت تیار کرتی ہے اور کپڑا بنتی ہے لباس تیار کرتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ بچے کو دودھ پلاتی ہے، کھانا پکاتی ہے، گھر کو کنٹرول کرتی ہے اور کبھی کبھی گھر کے اندر بیٹھ کر دستکاری اور ہنری کام انجام دیتی رہتی ہے۔ دوسری عبارت میں وہ بیوی بھی ہے اور دایہ بھی، ماں بھی ہے اور مزدور بھی اور ماہر امور خانہ داری بھی ہے اور پورے گھر کی نگہبان و پرستار بھی۔

یہ عورت اس یورپی عورت کی طرح بھی نہیں ہے جو اپنے شوہر کے کام میں برابر کی شریک ہے۔ یورپی خانوادہ میں مرد و عورت ہر کام میں برابر شریک ہوتے ہیں۔ دونوں باہر کام کرتے ہیں اور امور خانہ داری میں بھی دونوں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ یورپی عورت جب لڑکی تھی تو لڑکے کی طرح وہ بھی آزاد تھی۔ اسے ہر طرح کی سہولتیں حاصل تھیں۔ اس نے معاشرہ میں ترقی حاصل کی اور تمام چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تجربہ حاصل کیا۔ اس نے معاشرہ میں موجودہ خوبی و خرابی، فساد و اصلاحات، نیک و بد، راہ، خدمت و خیانت اور سماج میں موجود ہر طرح کے معاشرتی زندگی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ لڑکوں کی طرح اس نے بھی درس حاصل کیا۔ سیر و سیاحت،

معراج فکر وخیال

سال و اولاد اور عورت دنیا کا زیور ہیں۔ علم و پرہیزگاری اور صدقہ زینت آخرت ہیں۔ کم خوری، کم خوابی اور کم سخنی زینت بدن ہیں اور صبر و شکر اور خاموشی زینت قلب ہیں۔

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سنگ دل لوگ خدا سے بہت دور ہیں۔

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اگر کوئی شخص ایک گناہ پر دل سے شرمندہ و پشیمان ہو اور خود پر لعنت و ملامت کرے اور اپنی ایک عبادت پر اس لئے خوش ہو کہ اس نے اپنے پروردگار سے ایک سودا کر لیا ہے تو ایسا آدمی مومن اور اہل ایمان ہے کیونکہ امید الٰہی اور خوف خداوندی نے اس کے دل میں اپنی جگہ بنا لی ہے۔

(حضرت علی علیہ السلام)

انصاف وہ ہے کہ ہر کام کو معین مقام پر انجام دیں لیکن بخشش کام کو اس کے معین مقام سے باہر نکال دیتی ہے۔ انصاف جبکہ عوام کے مفاد و مصالح کا نگہبان ہے اور بخشش مخصوص لوگوں کے لئے سودمند ہے پس انصاف کو بخشش پر فضیلت حاصل ہے۔

(حضرت علی علیہ السلام)

دنیا ایک ایسا گہرا دریا ہے جس میں بہت سے لوگ غرق ہو گئے۔ پس تمہیں چاہیئے کہ اس دریا میں تقویٰ و پرہیزگاری کی کشتی پر سوار ہو جاؤ، اس کشتی کو ایمان سے بھر لو، اس پر توکل بادبان بلند کرو، خود اس کے ناخدا بنو اور اپنی عقل و دانش کو رہنما اور صبر و شکیبائی کو اس کا لنگر بنا لو۔

(لقمان)

تم نے اپنی زندگی کا بہترین اور عزیز ترین حصہ مال و دولت اور سونا و چاندی کی جمع آوری میں صرف کر دیا اور اپنے بچوں کی عمدہ تعلیم و تربیت سے غافل رہے اور یہ نہ سوچا کہ ایک دن تم اپنی دولت کو ان بچوں کے پاس چھوڑ کر چلے جانے کے لئے مجبور ہو۔

(سقراط)

جس شخص میں یہ چار صفات موجود ہوں تو اس کا اسلام کامل اور اس کے گناہ معاف ہیں اور وقت وفات خداوند عالم اس سے راضی ہوگا۔

۱۔ جب لوگوں سے کوئی وعدہ کرے تو خوشنودی پروردگار کی خاطر اس وعدہ کو وفا کرے

۲۔ اس کی زبان سچ بولتی ہو۔

۳۔ وہ کام نہ کرے جو خداوند عالم اور عوام کی نظر میں برا ہے۔

۴۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ خوش اخلاقی کا رویہ اختیار کرے۔

(امام زین العابدین علیہ السلام)

دین مقدس اسلام ایک ناشناختہ دین ہے دھیرے دھیرے لوگوں کے سامنے اس دین کے حقائق کو بالکل الٹ دیا گیا ہے اور اسلام کے نام پر دی جانے والی غلط تعلیمات کی وجہ سے ہی بعض لوگ اس مذہب سے دور بھاگتے ہیں اور سردست اس دین کو ان لوگوں کے ذریعہ زیادہ صدمہ و نقصان پہونچ رہا ہے جو اس کی حمایت کا دم بھرتے ہیں۔

(پروفیسر شہید مرتضیٰ مطہری)

اے بھائی! آپ اور ہم دونوں ایک سازش کی قربانی بن چکے ہیں۔ ہم اور آپ ایک ایمان، ایک درد اور ایک ہی راہ و روش کے حامل ہیں اور ہم دونوں ہی خانوادہ پیغمبر کے ساتھ غیر معمولی خلوص و عقیدت رکھتے ہیں۔ پس سردست ان تمام پروپیگنڈوں کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہم اور آپ ایک دوسرے سے الگ اور ناواقف رہیں اور اپنے مشترکہ دشمن کے خلاف صف بستہ نہ ہو سکیں۔

(ڈاکٹر علی شریعتی)

ورزش و پرورش، کتاب و قلم، فکر و ہنر، درس زندگی و مہارت کار کی منزلوں سے گزرنے کے بعد اسے سماجی آزادی کے ساتھ ہی ساتھ مستقل اقتصادی آمدنی کا ذریعہ بھی حاصل ہوگیا اس کے بعد اس نے شوہر کی حیثیت سے ایک ساتھی اور شریک زندگی کا انتخاب کرلیا۔ "زن ہیچ و پوچ" یعنی بے کار کی عورت خانہ دار عورت بھی نہیں ہے۔ یہ وہ عورت ہے جو باپ کے گھر میں صرف جوان ہوئی ہے اور شوہر کے گھر میں خانہ داری کے کام انجام دیتی ہے یعنی شوہر داری، بچوں کی پرورش یا ورچی خانہ کے تمام کام اور داخلی زندگی کا نظم و انتظام اس عورت کے ذمہ داری ہے۔ "زن ہیچ و پوچ" یہی خانہ نشین عورت ہے جو فقط خانہ داری اور بچہ داری کے فرائض انجام دیتی ہے لیکن مالی امکانات کی فراوانی کی وجہ سے یہ گھر اور بچوں کی دیکھ بھال کے لئے نوکر رکھ لیتی ہے۔ نوکروں کے ذریعہ گھریلو کام کاج اور بچوں کی پرورش کا کام انجام پاتا ہے۔ اس طرح یہ ایسی عورت ہے جو خانہ دار ہوتے ہوئے بھی خانہ داری کے فرائض نہیں انجام دیتی ہے۔ چونکہ یہ عورت دیہاتی نہیں ہے اس لئے کھیتی کا کام بھی نہیں کرتی ہے۔ چونکہ پڑھی لکھی نہیں ہے اس لئے یہ غور و فکر نہیں کرتی ہے۔ چونکہ اس نے علم نہیں حاصل کیا اس لئے یہ کتاب نہیں پڑھتی ہے، مہارت نہ حاصل کرنے کی وجہ سے یہ صنعتی کام بھی نہیں کرتی ہے، گھر میں دایہ موجود ہے اس لئے یہ بچے کو دودھ بھی نہیں پلاتی ہے۔ نوکر ہیں اس لئے گھریلو سامان کی خریداری بھی نہیں کرتی ہے۔ گھر میں دیگر خدمت گزاروں کی موجودگی کی وجہ سے یہ گھر کا کوئی کام نہیں کرتی ہے۔ باورچی ہے اس لئے یہ

کھانا بھی نہیں پکاتی ہے۔ گھر کا دروازہ کھولنے کے لئے بھی خادم موجود ہے پس یہ دروازہ کھولنے کا کام بھی نہیں کرتی ہے۔ پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ کیسی مخلوق ہے؟ یہ زندہ مخلوق آخر کیا کام انجام دیتی ہے؟ اور اس دنیا میں یہ کیا کردار ادا کرتی ہے؟ یہ عورتیں اپنے گھر کی ملکہ ہیں۔

آخر ان عورتوں کا مشغلہ کیا ہے؟ مصرف و فقط مصرف۔ یہ عورتیں اپنا وقت کیسے گزارتی ہیں؟ جی ہاں ان کی مشغولیت گاؤں کی ان عورتوں سے بھی زیادہ ہے جو سیکڑوں طرح کے کام کیا کرتی ہیں۔ یہ عورتیں دن رات مشغول رہتی ہیں۔ مثلاً کیا کرتی ہیں؟ غیبت، حسد، تظاہر، تجمل، رقابت، تہمت، تکبر، خودنمائی، ناز و ادا، عشوہ و غمزہ اور دروغ و بہتان یہ ان عورتوں کے اہم کام ہیں۔

لیکن اس ملکہ و خاتون کی بیٹی جس کا تعلق دوسری نسل سے ہے، عالم برزخ میں زندگی بسر کرتی ہے۔ دونوں اعتبار سے یہ لڑکی برزخ کی زندگی بسر کرتی ہے۔ ملکہ و خاتون کی یہ دنیا اسے حماقتوں کا مجموعہ نظر آتی ہے لہٰذا وہ اس ماحول میں گھٹن محسوس کرتی ہے!

دوسری طرف اس کے سامنے ادبی اور ثقافتی مجلس و محفل دکھائی دیتی ہے۔ اس کے سامنے کتاب و ترجمہ اور ناول و دیگر ادبی آثار موجود ہیں۔ اس نے کم و بیش عالمی تہذیب و تمدن اور ثقافت کا احساس کرلیا ہے اور مدرسہ میں درس و دانش کی مہک کا احساس کرچکی ہے۔ اب اس کو دسترخوان پر بیٹھ کر کی جانے والی تقریریں اور زنانی مجلس اچھی نہیں لگتی اور مقررین کی طولانی تقریریں اب اس کے لئے ناقابل تحمل ہیں۔ یہ فرار اختیار کرنا چاہتی ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بھاگ کر جائے کہاں؟ اس کو رقص و سرود کی محفل، ایسے نائٹ کلب اور ریسٹورنٹ کی طرف سے دعوت مل رہی ہیں جہاں لوگ "مفت جنسی شکار" کی تاک میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

لیکن وہ انسانی عظمت اور ایمان و اخلاق کا دامن نہیں چھوڑنا چاہتی۔ مگر وہ دیکھتی ہے کہ ماں، باپ، چچا، مقامی بزرگ اور ملا وغیرہ دین و اخلاق، شخصیت و عصمت اور تقویٰ و پرہیزگاری کے نام پر اس کے سامنے جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ طرح طرح کے "نہیں" کا مجموعہ ہے مثلاً نہ جاؤ، نہ کرو، نہ پڑھو، نہ دیکھو، نہ کہو، نہ پہچانو، نہ لکھو، نہ طلب کرو اور نہ سمجھو!

ان حالات میں وہ یہ محسوس کرتی ہے کہ لڑکی ایسا جرم ہے کہ وہ خطرناک اور غیر قانونی مال کی طرح گھر کے ایک گوشے میں چھپی رہے۔ یہاں تک کہ ایک "محرم اسمگلر" آئے اور اسے اپنی حرم سرا میں لے جائے۔ اور وہاں بھی اس کی سرگرمیوں کا میدان بستر اور باورچی خانے کے درمیان محدود رہے کیونکہ اس کے وجود کا مقصد و فلسفہ آقا کے شکم اور زیر شکم کی آسودگی ہے اور یہی انسانی پیغام ہے!

سامراج کی فریاد

آزاد ہوجا!

کس چیز سے؟

اب کس چیز کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ماحول کی گھٹن کی وجہ سے تجھ پر مردگی طاری ہے۔ تیرے پاس کچھ نہیں ہے۔ تو محروم ہے۔ آزاد ہوجا! تمام پابندیوں سے آزاد ہوجا!

جو بھاری بھرکم بوجھ کے نیچے دبی ہوئی ہے اور جاں بلب ہوچکی ہے وہ فقط آزاد ہونا چاہتی ہے اور اس بوجھ اور دباؤ سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اسے اس کی فکر نہیں ہے کہ کیسے آزاد ہونا ہے؟

عورت آزاد ہوجاتی ہے لیکن کتاب و دانش، ثقافتی ایجاد و روشن خیالی اور احساس و شعور کی بلندی کے ذریعہ نہیں بلکہ قینچی کے سہارے! قینچی سے وہ اپنا نقاب کاٹ کر پھینک دیتی ہے!

اور اس کے بعد عورت یکبارگی روشن خیال ہوجاتی ہے!

مسلمان۔۔ اور مشرقی عورت کے مسائل نے ماہرین علم نفسیات و سماجیات کے موٹے دستاویز کی شکل اختیار کرلی۔ اور عورت اس عالمی اقتصاد و سامراج کی خدمت میں لگ گئی جس نے بعد میں عورت کی تعریف اس طرح بیان کی :-

جیسا کہ ارسطو نے انسان کی جامع تعریف میں لکھا ہے کہ "انسان حیوان ناطق ہے" اور عورت کے سلسلے میں ارسطو کی اس تعریف میں یہ تبدیلی کردی گئی کہ "عورت وہ حیوان ہے۔ جو خریداری کرسکتی ہے"۔ خریداری فقط عورت کے لئے مخصوص کردی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ عورت کوئی کام نہیں جانتی نہ اسمیں احساس و شعور ہے اور نہ ارزش و اقدار اسلامی ممالک میں بھی عورت نہ صرف یہ کہ امریکہ اور یورپ سے آنے والے سامان کے استعمال پر اصرار کرتی ہے بلکہ وہ خاندان، سماجی تعلقات، موجودہ و آئندہ نسل، سماجی ڈھانچہ، اخلاق و اقدار، ادبیات و ہنر اور عقائد و خیالات پر گہرے اور انقلابی نقش و اثر پیدا کرنے والے اہم سبب کا روپ اختیار کرلیتی ہے۔

ہمارے اوپر جو فکری تبدیلیاں مسلط کردی گئی ہیں یا مسلط کی جارہی ہیں ان کے مقابلے کے لئے ہم کیا کریں؟ آخر اس رسالت کی ذمہ داری کون پوری کرسکتا ہے؟

آخر ہم کیا کریں؟

ہمارے اوپر جو فکری تبدیلیاں مسلط کردی گئی ہیں یا مسلط کی جارہی ہیں ان کے مقابلے کے لئے ہم کیا کریں؟ آخر اس رسالت کی ذمہ داری کون پوری کرسکتا ہے؟

جو اس سلسلے میں کوئی اہم کام کرسکتی ہے اور نجات کی راہ میں نمایاں کردار ادا کرسکتی ہے وہ روایتی عورت نہیں ہے جو قدیم روایات میں پٹی ہوئی آرام و سکون سے محو خواب ہے اور نہ ہی نئی گڑیا جیسی عورت، جس نے خود کو دشمن کے سانچے میں ڈھال لیا ہے، کوئی نمایاں خدمت انجام دے سکتی ہے بلکہ اس کام کے لئے ایسی عورت کی ضرورت ہے جو اُن قدیم روایات کو توڑ دے۔ جو درحقیقت قومی اور رجعت پسندانہ ہیں لیکن مذہبی روایات کی شکل میں ہمارے اوپر اس طرح مسلط کردی گئی ہیں کہ سماجی افکار و خیالات پر حکمرانی کررہی ہیں۔ یہ عظیم خاتون قدیم روایات کو توڑ کر نئی انسانی خصوصیات کا انتخاب کرسکتی ہے اور آزادی کے پردہ کے پیچھے چھپے ہوئے اس بدصورت اور خوفناک چہرہ کو بے نقاب کرسکتی ہے جو روحانیت و انسانیت، روحانی و انسانی استقلال اور عورت کی انسانی حرمت کی عداوت میں سرگرم ہے۔

یہی وہ افراد ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ ہمارے اوپر جو کچھ مسلط کیا جارہا ہے اس کی بنیاد کہاں ہے؟ اور وہ پوشیدہ ہاتھ کس کے ہیں جو ہمارے اوپر یہ تمام چیزیں مسلط کررہے ہیں؟ اور اپنے شرمناک منصوبے کی کامیابی کے لئے بازار میں کیا سامان بھیجا ہے؟ یہ وہ ساز و سامان ہے جو احساس، شعور، فکر، سمجھ، درد، مسئولیت و ذمہ داری اور انسانی احساس و بشری ادراک سے خالی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ "کیسا ہونا چاہیئے" کی بات چل رہی ہے۔ درحقیقت یہ اپنی سابقہ حالت پر باقی نہیں رہنا چاہتے اور جس طرح کی شکل میں انہیں تبدیل کیا جارہا ہے اسے بھی قبول نہیں کرنا چاہتے حقیقت یہ ہے کہ بغیر ارادہ و انتخاب کے وہ ہر کسی چیز کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر آمادہ نہیں ہیں یہ لوگ نمونہ چاہتے ہیں۔

نمونہ کون ہے؟

فاطمہؑ!

نجدیوں کا ہیرو ـــــــ کرنل لارنس برطانوی جاسوس تھا

تصور حسین میرٹھی

یہ حقیقت ہے کہ ابن سعود اور کرنل لارنس نے ساتھ مل کر اسلام سے صلیبی جنگ کی ہے مگر وہابی اور سادہ لوح عرب لارنس کو غازی کہتے ہیں۔ مغربی اہل قلم نے لارنس کو عربوں کی آزادی کا چیمپین لکھا ہے۔ کیونکہ اس نے نجدیوں کو متحد کرکے مسلمانوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا تھا۔

برطانوی انٹیلی جنس میں لارنس نامی ایک تیارکردہ افسر تھا۔ اس کو مشن سونپا گیا تھا کہ خلافت عثمانیہ کو پارہ پارہ کرکے اسرائیل کی ریاست کے لئے راہ ہموار کرے۔ یہ پہلی جنگ عظیم کا واقعہ ہے۔ اس وقت ایران، عراق اور خلیج فارس میں سیاحوں، تاجروں اور ماہرین آثار قدیمہ کے بھیس میں برطانیہ، امریکہ اور فرانس کے ایجنٹ پھیل گئے تھے۔ ان میں عورتیں بھی شامل تھیں۔ لارنس کبھی مصر میں نظر آتا تو کبھی بغداد میں وہ خلیج کے ملکوں میں چکر لگا رہا تھا۔ ایک برطانوی حسینہ جاسوس نے لارنس کو ایک رپورٹ میں بتایا کہ اس نے شیخ کے حرم میں داخل ہوکر اندرون ملک سفر کیا ہے اور بڑی سرگرم عمل رہی اس نے اپنی معلومات میں کہا، وہابی فرقے کے لوگ تمام مسلمانوں سے بہت نفرت کرتے ہیں وہ خود کو مسلمان کہتے ہیں، شافعی، حنفی اور شیعہ وغیرہ عقائد کے لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔ ترکوں سے شدید مخالفت رکھتے ہیں اور یہ فرقہ انگریز نواز ہے۔

یہ صحرائی دولت کے بدلے میں ہر وقت بے وفائی کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ انعام و اکرام کے لالچ میں ہر وہ کام انجام دے سکتے ہیں جو دنیا کا بڑے سے بڑا سنگدل انسان نہیں کرسکتا۔ ماں کے سامنے اس کے شیرخوار بچے کو ذبح کردیتے ہیں۔ سفاکی اور خونریزی کا یہ عالم ہے کہ اپنے دشمن کی لاش درخت میں لٹکا کر چھوڑ دیتے ہیں۔ جہاں چیل اور کوّے گوشت نوچ نوچ کر کھا جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ نعش کئی کئی برس اسی حالت میں لٹکی رہتی ہے۔

کرنل لارنس کون تھا، نجدی اس کو مسلمان کہتے تھے اور انگریز اس کو عیسائی۔ یہ حقیقت ہے کہ لارنس نے خود کو مسلمان بتایا اور مسلمان عرب گھرانے میں شادی کی اس کے اجداد میں سر رابرٹ لارنس سرفہرست ہے جو ساڑھے سات سو برس پہلے صلیبی جنگوں میں رچرڈ کا ہم رکاب رہا اس کے دوسرے اجداد میں سر ہنری اور سر جان لارنس نے ہندوستان کی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کو کچلنے میں اہم کردار ادا کیا سترہ سال کی عمر میں اس کا داخلہ آکسفورڈ میں ہوگیا لارنس نے قرون وسطیٰ، خاص کر صلیبیوں کی تاریخ اور فن سپہ گری میں خصوصی دلچسپی دکھائی۔ وہ چھٹیوں میں یورپ کے قلعوں اور جنگی میدانوں کے نقشے تیار کرتا تھا وہ اپنے جسم کو قدرتی مصائب اور ریگستانی آفات برداشت کرنے کا عادی بنانے کے لئے کئی کئی دن تک کھانا نہ کھاتا، پیدل لمبے لمبے سفر کرتا۔ گرم موسم میں سائیکل پر لگاتار سواری کرتا یہاں تک کہ وہ تھک کر گر جاتا۔ اس طرح وہ اپنی قوت برداشت بڑھاتا رہا۔ انگلینڈ میں ایک شامی پادری سے عربی سیکھی۔ چارلس نامی سیاح سے عرب ممالک کے بارے میں بہت کچھ دریافت کیا مشرق وسطیٰ کے اس سے نقشے حاصل کئے۔

وہ ماہ جولائی میں بیروت آیا۔ یہاں شام کے ایک ہزار میل لمبے پیدل سفر پر چل کھڑا ہوا۔ شام اردن اور لبنان کے صلیبیوں کے قلعے کا مطالعہ کیا۔ سیدون، طرابلس، انطاکیہ اور حلب وغیرہ کے دورہ کے بعد دمشق آگیا۔ اس نے عام بدوؤں کی بول چال، کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے کے انداز دوسرے عادات و اطوار سیکھے۔ اب آکسفورڈ واپس جانے پر اسے تاریخ میں فرسٹ کلاس آنرز کی ڈگری مل گئی۔

برطانیہ ہمیشہ ایک بات سے خائف رہا۔ ہندوستان میں زیرنگیں سات کروڑ مسلمان کسی وقت بھی آزادی کے لئے برسرپیکار ہوسکتے ہیں اگر سلطان ترکی نے جہاد کا اعلان کردیا۔ تو انگریزوں کو اپنے فوجی اور معاشی مفادات کا تحفظ کرنا مشکل ہوجائے گا۔ اس لئے ضروری تھا کہ جزیرہ نما عرب، مصر، اردن، شام برطانیہ کے زیرنگیں ہوجائیں۔ سلطان ترکی اس وقت تمام مسلم دنیا کا خلیفہ کہلاتا تھا۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جرمن نے ترکی سے اپنے تعلقات استوار کئے۔ برلن بغداد ریلوے لائن کی تعمیر شروع کی۔ لارنس آثار قدیمہ کی کھدائی کے مقامات کے فوٹو لینے کے بہانے لمبے لمبے سفر کرتا رہا اور جنگی نقشہ تیار کرتا رہا۔ ایک مرتبہ دریائے فرات کو پار کرکے پورٹ سعید چلا آیا۔ ترکوں نے اسے ترک فوج کا بھگوڑا سپاہی سمجھ کر گرفتار کرلیا۔ اسنے محافظ کو رشوت دے کر رہائی پائی۔

اس نے صحرائے سینا میں چھ ہفتے سفر کیا وہاں کے راستوں اور آبی ذخائر کے نقشے تیار کئے یہ صحرائے سینا کے وہ مقام تھے جس کے بارے میں روایت مشہور ہے کہ بنی اسرائیل چالیس برس تک اس صحرا میں بھٹکتے پھرے۔

یہاں لارنس نے طوروس کے پہاڑوں میں جرمنوں کی تعمیر کردہ سڑک کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور ریلوے سے متعلق آئندہ منصوبہ کا پتہ چلایا۔

بدوؤں میں لارنس کی شہرت اور قدر و منزلت کا باعث صرف سونا تھا۔

۱۳ر اگست ۱۹۱۴ء کو پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی۔ وہ پورٹ سعید آیا۔ اور وہاں سے قاہرہ گیا وہاں پہنچ کر اس نے برطانوی افسروں کو ترکی کی صورتحال کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔

جنوری ۱۹۱۷ء میں لارنس نے خفیہ کاغذات تحریر کئے۔ جس کا عنوان تھا "مکہ کی سیاست" اور "دانائی کے سات ستون" اس نے لکھا "مجھے نظر آتا ہے کہ اگر ہم نے جنگ جیت لی۔ تو عربوں سے ہمارے وعدوں کی حیثیت کاغذ کے پرزوں سے زیادہ کچھ نہ ہوگی اور مشرقی محاذ جنگ جیتنے کے لئے عرب تحریک "نجدی تحریک" ہمارا سب سے بڑا ہتھیار ہے"

اس کی رپورٹ پر عمل درآمد کرتے ہوئے برطانیہ نے عربوں کو بغاوت پر اکسانے کے لئے نجدیوں اور دیگر عرب قبائلیوں میں دولت لٹائی، دورمار توپیں اور رائفلیں مہیا کیں حجاز ریلوے لائن توڑنے کے لئے ڈائنامیٹ نجدیوں کو دئے گئے۔

۱۰ر جون کا دن تھا۔ مکہ کے شریف حسین نے اپنے محل کی کھڑکی سے ہوائی فائرنگ کی ــ یہ سگنل تھا کہ ترکی کے خلاف علم بغاوت اٹھ گیا۔ شریف حسین کے چار بیٹے تھے دو بیٹے علی اور فیصل پانچ سو عرب فوجیوں کو ساتھ لے کر ترک فوجوں سے الگ ہوگئے۔ لارنس نے خود کو اتنا مضبوط کرلیا تھا کہ وہ کسی بھی دن حجاز میں عثمانی خلیفہ کی جگہ لے سکتا تھا، مگر اس نے انکے بجائے عربوں کو برطانوی سامراج کا غلام بنادیا۔ عربوں کو وعدوں کے جس دلکش جال میں پھانسا گیا اسی جال میں آجتک پھنسے ہوئے ہیں اس نے "دانائی کے سات ستون" میں بیان کیا ہے کہ جب وہ شمال کی جانب روانہ ہوا۔ رائفلوں سے مسلح تیس اونٹ سوار اس کے ساتھ تھے۔ جن کے زین کے تھیلوں میں بیس ہزار سونے کے سکے بھی تھے۔ اس چھوٹے دستے نے دنیا کے گرم ترین اور لق و دق صحرا میں دو سو میل کا سفر طے کیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سونے کے سکے تقسیم کرتا رہا۔ اس تیاری کے ساتھ اس نے عرب صحرا میں بغاوت بھڑکائی۔

۱۰ر جولائی ۱۹۱۷ء کو لارنس نے عرب بیورو کو رپورٹ پیش کی۔ اس نے عرب شیوخ کی ہمدردی حاصل کرلی اور ان کی مدد سے کئی مقامات پر حجاز ریلوے لائینوں اور ٹرینوں کو تباہ کردیا۔ دشمن کی لائینوں کے پیچھے جاکر ترک فوج کو نقصان پہنچایا۔ عرب آپریشن کی کامیابی کی وجہ وہ رقم تھی جو وہ بڑی مقدار میں خرچ کر رہا تھا۔ سلیمان موسیٰ کا کہنا ہے "بدوؤں میں لارنس کی شہرت اور قدر و منزلت کا باعث صرف سونا تھا۔ انھوں نے سوچا کہ جس شخص کے قبضے میں اس قدر رقم ہے وہ ضرور بے پناہ اختیارات کا مالک ہے"

لارنس ایک موٹر سائیکل کے حادثہ میں ہلاک ہوگیا تھا۔ اس کے پاس ایک ڈائری تھی جس میں وہ اپنے کارنامے لکھا کرتا تھا۔ اس ہی ڈائری میں عبدالعزیز، شریف حسین اور عبداللہ کے اہم راز اور سیاہ کاریاں درج تھیں۔

لارنس کی موت کے بعد ریجنالڈ ونگیٹ نے

(باقی ص ۱۹ پر)

راہ اسلام

چودہ ؟ ایک انعامی مقابلہ

برادران وخواہرانِ اسلام ـــ سلام علیکم

آپ لوگوں کو یہ معلوم ہو کر یقیناً خوشی ہوگی کہ اپنے نوجوان ساتھیوں کی دینی لگن اور مذہبی دلچسپیوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ماہنامہ "راہِ اسلام" نے اپنے گذشتہ شماروں میں چودہ سوال ۔ انعامی مقابلے کا جو پروگرام شروع کیا تھا وہ بحمد للہ آج بھی جاری ہے ۔ ذیل میں پوچھے گئے چودہ سوالوں کا صحیح جواب لکھنے والوں کو مندرجۂ ذیل انعامات دیئے جائیں گے ۔ انعامات کی رقم یقیناً حقیر ہے مگر اس سے اسلامی موضوعات میں دلچسپی رکھنے والے بھائیوں اور بہنوں کی حوصلہ افزائی مقصود ہے ۔ صحیح جواب ارسال کرنے کی آخری تاریخ ۵ فروری [illegible] ہے واضح رہے کہ مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والے جوابات کو مقابلے میں شامل نہیں کیا جاسکے گا ۔ ادارہ کا فیصلہ حتمی اور آخری ہوگا ۔ اگر صحیح جوابات کی تعداد زیادہ ہوئی تو فیصلے کے لئے قرعہ اندازی کا سہارا لیا جائے گا ۔ خداوند عالم سب لوگوں کو علم دین حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

انعامات: پہلا انعام: ایک کتاب، مبلغ سو روپے نقد | دوسرا انعام: ایک کتاب، مبلغ پچھتر روپے نقد | تیسرا انعام: ایک کتاب، مبلغ پچاس روپے نقد

کیا آپ جانتے ہیں؟

۱۔ مندرجہ ذیل آیۂ کریمہ قرآن مجید کے کس سورہ کی کونسی آیت ہے اور اس کا مطلب کیا ہے؟

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ○

۲۔ مندرجہ ذیل عبارت سورۂ توبہ کی کس آیۂ مبارکہ کا ترجمہ ہے؟

"جس چیز کو یہ لوگ اس کا شریک بناتے ہیں وہ اس سے پاک و پاکیزہ ہے یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے پھونک مار کر خدا کے نور کو بجھا دیں اور خدا اس کے سوا کچھ مانتا ہی نہیں کہ اپنے نور کو پورا ہی کر کے رہے اگرچہ کفار برا مانا کریں۔"

۳۔ مندرجہ ذیل چیزوں میں سے وہ کونسی چیز ہے جس کی وجہ سے نماز آیات واجب ہوتی ہے؟

الف ـــ خسوف، ب ـــ کسوف،
ج ـــ زلزلہ، د ـــ تینوں چیزیں۔

۴۔ کن دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے؟

الف ـ عید فطر ـ ب ـ عید قربان
ج ـ عید غدیر، د ـ عید فطر و عید قربان دونوں۔

۵۔ کن لوگوں کو حواریوں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے؟

الف ـــ اصحاب و یاران حضرت محمدؐ،
ب ـــ یاران و دوستان حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔
ج ـــ دوستان حضرت ابراہیم علیہ السلام
د ـــ یاران حضرت موسیٰ علیہ السلام

۶۔ "اُطلبوا العلم من المهد الى اللحد" کس کا قول ہے؟

الف ـــ حضرت محمدؐ، ب ـــ حضرت علی علیہ السلام
ج ـــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام،
د ـــ حضرت زین العابدین علیہ السلام،

۷۔ جنگ موتہ کب واقع ہوئی اور یہ جنگ اس نام سے کیوں مشہور ہے اور یہ بھی بتایئے کہ اس جنگ میں لشکر اسلام کا سپہ سالار کون تھا؟

۸۔ اس پہلے گروہ کا نام بتایئے جس نے شہادت حسینؑ مظلوم کے بعد انتقام خون حسینؑ کی خاطر ایک انقلاب برپا کیا تھا؟

الف ـــ ابومسلم خراسانی کی قیادت میں سیاہ پوش لوگوں کا گروہ۔
ب ـــ بابک خرم الدین کی سپہ سالاری میں سرخ پوش لوگوں کا گروہ۔
ج ـــ سلیمان بن خزاعی کی سپہ سالاری میں گروہ توابین۔
د ـــ مختار ثقفی کی قیادت میں انتقام خون حسینؑ کا مطالبہ کرنے والے لوگ۔

۹۔ جنگ کے دوران کیمیاوی اسلحوں کے استعمال کے سلسلے بین الاقوامی قوانین کا کیا حکم ہے؟

الف ـــ جائز، ب ـــ ممنوع،
ج ـــ مشروط د ـــ انمیں سے کوئی نہیں

۱۰۔ اسلامی جمہوریہ ایران کی اعلیٰ دفاعی کونسل (حالیہ دوران جنگ) میں امام خمینی کا نمائندہ کون ہے؟

الف ـ پارلیمنٹ کے اسپیکر حجۃ الاسلام ہاشمی رفسنجانی۔
ب ـ صدر جمہوریہ حجۃ الاسلام سید علی خامنہ ای۔
ج ـــ وزیر سپاہ پاسداران محسن رضائی۔
د ـــ وزیر اعظم میر حسین موسوی۔

باقی ص ۳۹ پر

راہِ اسلام

شمارہ ۳۶

ماہنامہ "راہِ اسلام"

صحیح جوابات

ماہنامہ "راہِ اسلام" کے شمارہ ۴۴ میں پوچھے گئے سوالات کا جواب حاضرِ خدمت ہے۔ انعامی مقابلے میں شرکت کرنے والوں سے التماس ہے کہ سوالوں کا جواب مختصر لکھا کریں۔

"ادارہ"

۱۔ مذکورہ آیۂ کریمہ سورۂ جن کی ۱۳ ویں آیت ہے۔ یہ آیۂ کریمہ ان اجنا کی زبان سے ادا کی گئی ہے جو پیغمبرؐ کی زبان سے قرآن حکیم کی آیات کو بطور سنا کرتے تھے۔ آیت کا مطلب ہے:

"اور یہ کہ جب ہم نے ہدایت (کی کتاب) سنی تو ان پر ایمان لائے تو جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لائے گا تو اس کو نہ نقصان کا خوف ہے اور نہ ظلم کا۔"

۲۔ مذکورہ عبارت سورۂ فصلت کی ۳۷ ویں آیۂ مبارکہ کا ترجمہ ہے۔

۳۔ صلح یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے کے ساتھ طے کرے کہ اپنا کچھ مال یا مال کا نفع دوسرے کی ملکیت قرار دے یا اپنا حق کو چھوڑ دے۔ کسی چیز میں ایک دوسرے سے صلح کرنے والے دو آدمیوں کو مندرجہ ذیل شرائط کا حامل ہونا لازمی ہے

۱۔ دونوں بالغ ہوں ۲۔ دونوں عاقل ہوں ۳۔ کسی نے ان لوگوں کو اس کام کے لئے مجبور نہ کیا ہو ۴۔ دونوں معاملۂ صلح کے لئے آمادہ ہوں ۵۔ حاکم شرع نے ان لوگوں کو ان کے اموال میں تصرف کرنے سے روک نہ رکھا ہو۔

۴۔ مندرجہ ذیل چیزوں پر نگاہ ڈالنا حرام ہے۔

۱۔ مرد کا نامحرم عورت کے بدن پر نگاہ ڈالنا چاہے قصد لذت ہو یا نہ ہو۔

۲۔ نامحرم عورت کے ہاتھ اور چہرہ کو لذت بھری نگاہوں سے دیکھنا۔

۳۔ چہرہ اور ہاتھ کے علاوہ نامحرم مرد کے جسم پر عورت کا نگاہ ڈالنا۔

۴۔ نابالغ لڑکی کے چہرے اور بدن کی طرف لذت آمیز نگاہوں سے دیکھنا۔

۵۔ لذت آمیز نگاہوں سے مرد کا مرد کے بدن کو اور عورت کا عورت کے بدن کو دیکھنا۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو رسالہ توضیح المسائل)

۵۔ جنگ خندق کے دوران رسول مقبولؐ نے حضرت علیؑ کی اس ضربت کو انسان وجن کی عبادت سے افضل قرار دیا تھا جس کے نتیجے میں عمرو بن عبدود قتل ہوا تھا (دلائل الصدق ج ۲ ص ۱۳۵) ایک دوسری روایت میں منقول ہے کہ رسول کریمؐ نے حضرت علیؑ کی اس ضربت کو قیامت تک اپنی امت کے اعمال سے افضل و بالا تر قرار دیا ہے (مستدرک جلد ۳ ص ۳۲) اور اس کی فضیلت کا سبب یہ ہے کہ ویسے تو یہ فقط ایک ضربت تھی لیکن یہ روئے زمین پر یکتا پرستی کے آئین کی ترویج کا باعث بن گئی۔ اگر اس دن عمرو بن عبدود کے مقابلے کے لئے کوئی نہ گیا ہوتا تو جو سکتا تھا کہ دس ہزار افراد پر مشتمل لشکر کفار توحیدی آئین کو ختم کر دیتا۔

۶۔ رسول مقبولؐ نے ذی القعدہ کے مہینے میں حدیبیہ نامی جگہ پر "سمرہ" نامی درخت کے سایہ میں اپنے ساتھیوں سے جو بیعت لی تھی اسے ایک حدیث و تاریخ میں "بیعت رضوان" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ یہ بیعت قریش سے جنگ کے معاملے میں کی جانے والی تیاری کے سلسلے میں تھی، حالانکہ معاہدہ صلح حدیبیہ کی وجہ سے جنگ کی نوبت نہیں آئی اور تمام مسلمان مدینہ واپس آگئے۔

۷۔ حضرت شعیبؑ کو خطیب الانبیاء کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

۸۔ امام محمد باقر علیہ السلام کا مدفن مدینہ منورہ میں جنت البقیع نامی جگہ پر ہے۔

۹۔ اسلامی جمہوری ایران کے آئین کے مطابق ولی فقیہ اس مجتہد اور ماہر علم سیاست عالم دین کو کہتے ہیں جو معاشرہ کی دینی اور سیاسی قیادت کے فرائض انجام دیتا ہے۔ یہ اسلامی ملک کا سب سے زیادہ بلند عہدہ و مرتبہ ہے۔ عام انتخابات میں

(باقی ص ۳۸ پر)

مردوں کو نئی زندگی اور خوابیدہ لوگوں کو فکر و شعور عطا کرنے والے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اس پیغمبر عظیم الشان روح اللہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ پر لاکھوں صلوٰۃ وسلام جس نے مردہ لوگوں کو نئی زندگی اور خواب غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو بیداری اور فکر و شعور کی دولت عطا کی اور ان کی مادر عظیم الشان حضرت مریم عذرا پر لاکھوں صلوٰۃ وسلام جس نے مشیت الٰہی کے ذریعہ تشنگان رحمت خداوندی کے درمیان ایسے عظیم فرزند کو جنم دیا اور عیسائی عالموں اور پادریوں پر درود وسلام جو عیسیٰ مسیحؑ کی تعلیمات کے سایہ میں اپنے سرکش نفس پر مسلط ہیں اور اس آزاد عیسائی قوم پر ہمارا درود وسلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانی تعلیمات سے مالا مال ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترویج و اشاعت کے لئے اس دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ فطری بات ہے کہ معاشرہ کے ان ظالم حکمرانوں اور نام نہاد ترقی یافتہ گروہ کے لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بات اچھی نہ لگی جو اپنی طاقت اور دولت کے ذریعہ معاشرہ کے کمزور اور پسماندہ عوام کا خاطر خواہ استحصال کر رہے تھے لہٰذا یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کی مخالفت کرنے لگے۔ فرعون وقت کی ظالمانہ روش کے خلاف جد وجہد، مظلومین کی حمایت اور اللہ کے دین و الٰہی اصول و اقدار کی حفاظت ہی امر بالمعروف کا بنیادی مقصد تھا۔ واضح رہے کہ قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے انہیں مصدق توراۃ کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیرت و تعلیمات پر مشتمل حقیقی اور غیر محرف توراۃ قرآن مجید کی طرح اپنے دور کے فرعون اور ظالم حکمرانوں کے خلاف جد وجہد کا درس دیتی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ جملہ پیغمبران الٰہی کا بنیادی مشن یہی تھا کہ وہ عوام الناس کو خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت اور طاغوتی طاقتوں سے برأت و علیحدگی کی دعوت دیں۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام ان عظیم الشان الٰہی نمائندوں کے درمیان ایک اولی العزم پیغمبر تھے۔

لہٰذا اس جملے کو حضرت عیسیٰ سے منسوب کرنا بے بنیاد، غلط اور سراسر تہمت ہے کہ "اگر کوئی تمہارے داہنے گال پر طمانچہ مار دے تو تم اس کے سامنے اپنا بایاں رخسار بھی پیش کر دو"۔ یہ جملہ ظالم طاقتوں کی ایجاد ہے کیونکہ یہ بات نہ صرف یہ کہ قرآنی تعلیمات، عقل سلیم، منطقی اصول و ضوابط، سلامتی نفس و وجود انسانی اور اعتدال کے خلاف ہے بلکہ یہ کسی بھی الٰہی اور آسمانی مکتب فکر سے ہرگز میل نہیں کھاتی۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو معنویات اور عالم آخرت کے پہلوؤں پر مشتمل بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس جملے کو ان کی ذات سے منسوب کرنا درست نہ ہوگا کیونکہ انسانی فضائل و صفات اور معنویات کے سایہ میں تربیت پانے والے شخص کی روح اپنے منہ پر طمانچہ اور اپنے ساتھ ظلم و تجاوز اور مظلوم و پسماندہ طبقے کی لوٹ کھسوٹ پست ترین حیوانات و درندگی کی جیتی جاگتی مثال ہے اس کا انسانیت، انسانی صفات اور معنویات سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا مقصد ظلم و ناانصافی کی زنجیروں کو توڑنا اور اندرونی و بیرونی شیاطین پر غلبہ حاصل کرنا تھا تاکہ تمام بندگان خدا اور کمزور عوام کو ظلم و پسماندگی کی قید سے نجات حاصل ہو سکے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انسانی روح اور فکر و شعور پر مسلط حیوانی زندگی، جہالت اور غفلت کی زنجیروں کو توڑ کر انہیں آزاد اور بیدار زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھایا اور عظیم الشان انسانی زندگی و آزادی کو نئی زندگی عطا کر دی۔ حضرت عیسیٰؑ کی حقیقی رسالت احیاء انسانیت اور مردہ جسم میں نئی جان ڈالنا ہے مردہ انسانی جسم کو زندہ کر دینا ان کا معجزہ ہے ورنہ ایسے واقعات بہت کم رونما ہوتے ہیں اور یہ معجزہ ان کی رسالت کی تصدیق کا ذریعہ قرار پایا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جملہ پیغمبران خدا کی رسالت کا بنیادی مقصد حیات بخشی اور انسان سازی ہے۔

پس اے دنیا کے ہر گوشے میں شرافت مند اور آزاد زندگی بسر کرنے والی عیسائی قوم کے لوگو! قرآن مجید تمہارے عظیم الشان پیغمبر کی عظمت ان کی والدہ گرامی کی پاکدامنی کا معترف ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ آنحضرتؑ کا حیات بخش، ظلم ستیز، آزادی خیز اور ظالم کوب پیغام بھی قرآن مجید کے دامن میں محفوظ ہے۔ اسلامی روایات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بشریت کا عظیم ہادی وحامی اور منجی ہی نہیں بلکہ ظلم وستم کے محلوں کے خلاف معرکۃ الآرا جد وجہد کرنے والا، ظالمین کی بیخ کنی کرنے والا اور عالمی سطح پر عدل و انصاف قائم کرنے والا تسلیم کرتی ہیں اور یہ بتاتی ہیں کہ حضرت مسیح اللہ آخری حجتؑ کی امامت میں نماز ادا کریں گے۔ اے ایسے عظیم المرتبت اور مجاہد رہبر و پیغمبر کی حقیقی پیروی کرنے والو! تم لوگوں پر درود وسلام۔ پس ظلم و ظالم کے خلاف مسلسل جد وجہد کرنے والے اور طاغوتی طاقتوں کو شرمناک شکست سے دوچار کرنے والے اپنے اس رہبر و پیغمبر کے پیغام کو سننا اور اس کی آواز حق پر لبیک کہنا تمہاری ذمہ داری ہے جو ارشاد فرماتا ہے کہ "میں مکمل وضاحت کے ساتھ تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ پہلے کسی ایک گھر میں آگ لگتی ہے اس کے بعد دوسرے گھروں میں پھیلتی ہے اور سب کچھ جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ پس اس کا واحد علاج یہ ہے کہ پہلے ہی گھر میں آگ کی روک تھام کر لی جائے اور اسے پوری طرح نیست و نابود کر دیا جائے تاکہ وہ دوسرے گھروں تک نہ پہونچ سکے۔ پس پہلے ظالم کی مثال بھی ایسی ہی ہے اور دنیا میں رونما ہونے والے مظالم کی بنیادی وجہ اور شیطان بزرگ کی خواہش کا مرکز پہلا ظالم ہے۔ اگر لوگ پہلے ظالم کا بھرپور مقابلہ کریں اور اسے نیست و نابود کر ڈالیں تو پھر ظلم کی قیادت کے لئے کوئی دوسرا ظالم سامنے نہ آئے گا۔۔۔ جو شخص ظلم و ستمگری سے مقابلے کی طاقت رکھتا ہے اور مقابلہ نہیں کرتا ہے وہ ظالم کے ظلم میں برابر کا شریک ہے اور اس کو ظالم کی فہرست میں ہی رکھا جائے گا۔ اگر تمہارے درمیان کوئی ظالم شخص آسودہ و پرسکون زندگی بسر کرتا ہے اور تم لوگ اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرتے تو پھر وہ کس سے خوفزدہ ہوگا اور کیسے اپنی ظالمانہ حرکت سے باز آئے گا؟

> درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا مقصد ظلم و ناانصافی کی زنجیروں کو توڑنا اور اندرونی و بیرونی شیاطین پر غلبہ حاصل کرنا تھا تاکہ تمام بندگان خدا اور کمزور عوام کو ظلم و پسماندگی کی قید سے نجات حاصل ہو سکے۔

ظالموں کی حمایت کرنے والے اس کام سے دستبردار ہو جائیں اور غرور و تکبر سے کنارہ کش ہو جائیں۔ تمہارا یہ کہنا مناسب نہیں کہ میں خود ظلم نہیں کرتا کوئی دوسرا کرتا ہو تو کرے۔ بلکہ اگر تم ظلم کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو تو اس کا مقابلہ کرو۔"

اے حضرت مسیحؑ کی حقیقی پیروی کرنے والو! یہ ہے حضرت عیسیٰ کی منطق اور ان کا مکتب فکر! امید ہے کہ دنیا کے تمام توحید پرست عصر حاضر کے کافروں، ملحدوں اور پیغمبران الٰہی کے دشمنوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور صفحۂ ہستی سے ظلم و فساد، کفر و الحاد، اور استعمار و استکبار کو نیست و نابود کر دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر کے ظالموں اور سامراجی طاقتوں کی ناک رگڑنے والے قائد انقلاب اسلامی امام خمینی نے موجودہ پوپ کے نمائندوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ "جناب پوپ! میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ اگر آج حضرت عیسیٰ مسیحؑ ہمارے درمیان ہوتے تو مجھے یقین ہے کہ کارٹر (سابق صدر جمہوریہ امریکہ) کی مذمت ضرور کرتے، اگر حضرت مسیحؑ ہوتے تو عصر حاضر کی انسانیت دشمن طاقتوں کے چنگل سے ہمیں نجات ضرور دلاتے۔ پس آپ ان کے نمائندہ کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا آپ لوگوں کو بھی وہی کرنا چاہئے جو حضرت مسیحؑ کی سیرت ہے یعنی ظلم و ظالم کے خلاف مسلسل جد وجہد اور کمزور و پسماندہ مظلومین کی بھرپور حمایت۔

• بقیہ: چودہ ۱۴ ایک انعامی مقابلہ •

۱۱۔ جغرافیائی اعتبار سے تنزانیہ نامی ملک دنیا کے کس علاقے میں واقع ہے اور اس کے پڑوس میں اور کون سے ممالک واقع ہیں؟

۱۲۔ وہ کونسا عالمی مسئلہ ہے جس کے سلسلے میں روس اور امریکہ کے سربراہوں کے درمیان حال ہی میں ایک معاہدہ ہوا ہے؟

۱۳۔ ہندوستان کے دارالحکومت میں کتنی یونیورسٹیاں ہیں ان میں سے ہر ایک یونیورسٹی کے وائس چانسلر کا نام بتایئے؟

۱۴۔ ہندوستان کے کس بادشاہ نے سب سے پہلے ستی رسم یعنی شوہر کے مردہ جسم کے ساتھ زوجہ کو بھی زندہ جلا دینے کی رسم کی قانونی مخالفت کی تھی۔ اس رسم پر مشتمل تازہ ترین حادثہ ہندوستان کے کس موضع میں واقع ہوا ہے؟

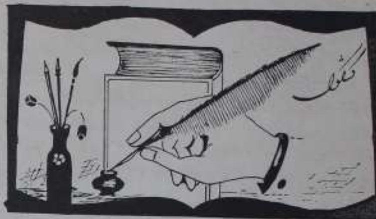

مسجد کی تعمیر :-

امیر تیمور کی وفات کے بعد اس کے وزیر خواجہ محمود شہاب نے اپنے محلے کی ویران مسجد کی تعمیر کرانی چاہی۔ اس نے کچھ مزدور بلائے تاکہ مسجد کی پرانی اور ٹوٹی ہوئی دیواروں کو گرا دیں تاکہ تعمیر جدید کی شروعات ہو سکے۔ اسی اثنا میں ایک ظریف آدمی اس محلے کی طرف سے گزرا۔ محلے میں گرد و غبار دیکھ کر اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ گرد و غبار کیسا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ خواجہ محمود محلے کی مسجد کو ویران کرنے میں مشغول ہے۔ اس نے کہا: "جب تک امیر زندہ تھا وہ لوگوں کے گھر ویران کیا کرتا تھا اور اس کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کا وزیر خدا کے گھر کو ویران کرنے میں مصروف ہوگیا!"

اجر دنیا و آخرت :-

منقول ہے کہ بقراط حکیم کے بیٹے نے اپنے باپ سے پوچھا: "ابا جان! مرنے کے بعد آپ مجھے کس کام میں مشغول دیکھنا پسند کریں گے؟" بقراط نے کہا: "جان پدر! جا کر حکیمی کا پیشہ اختیار کرلو" لڑکے نے پوچھا: "اس شغل میں کونسا فلسفہ کارفرما ہے؟"

بقراط نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ لوگوں کو موت سے نجات دلانے کے عوض میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ اجر دنیا ہے اور جس چیز سے تو لوگوں کو مارتا ہے اس کا اجر آخرت میں ملے گا۔"

کنجوس آدمی :-

ایک کنجوس دولتمند نے ایک آدمی کو بغیر نگینے کی انگوٹھی دی اور کہا کہ میرے حق میں دعا کیجئے۔ اس آدمی نے دعا کیلئے اپنے ہاتھ بلند کئے اور کہا۔ میرے مالک اس شخص نے مجھے ایک انگوٹھی دی ہے بس تو اسے ایک ایسا محل عطا کر دے جس کی چاروں دیوار موجود ہوں مگر چھت نہ ہو۔"

دولتمند آدمی کہنے لگا: "اے بھائی! جس محل پر چھت نہ ہو وہ میرے کس کام کا؟"

اس آدمی نے کہا: "گھبراؤ نہیں۔ جیسے ہی میری انگوٹھی میں نگینہ لگے گا تمہارے محل میں چھت خود بخود بن جائے گی۔"

منصور اور بوڑھا باغبان :-

ایک دن منصور اپنے محل کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک اس کی نگاہ اس بوڑھے باغبان پر پڑی جو باغ کے پھولوں کی سجاوٹ کے کام میں مصروف تھا۔ منصور نے اس بوڑھے باغبان کو طلب کیا۔ اور پوچھا: "تم ملازمین اور خدمتگزاروں کے مقابلے میں حکام اور بادشاہوں کی عمر کم کیوں ہوتی ہے؟"

بوڑھے باغبان نے جواب دیا: "اے امیر! یہ لوگ شاہی خزانہ سے اپنی روزی ایک ہی مرتبہ میں نکال کر کھا جاتے ہیں اور ہم لوگوں کو یہ روزی دھیرے دھیرے ملا کرتی ہے۔"

منصور کو بوڑھے باغبان کا یہ معقول جواب اچھا لگا لہٰذا شاہی خزانہ سے اسے تین ہزار درہم بطور انعام عطا کر دیئے۔ ایک ہفتہ کے بعد منصور نے دیکھا کہ بوڑھے باغبان کی جگہ ایک لڑکا باغبانی کے کام میں مشغول ہے۔ منصور نے لڑکے سے بوڑھے باغبان کا حال دریافت کیا۔

لڑکے نے جواب دیا: "میں اس بوڑھے باغبان کا بیٹا ہوں۔ میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔"

منصور نے کہا: "تیرے والد نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ تھا۔ چونکہ اس نے اپنی قسمت کی روزی ایک ہی بار میں حاصل کرلی تھی اسی وجہ سے اس کا انتقال ہوگیا۔"

نامور پاسداران اسلام

خواجہ نصیر الدین طوسی

۱۱ رجمادی الاول ۵۹۷ ہجری کو شہر طوس میں خواجہ نصیر الدین کی ولادت ہوئی۔ طوس وہ عظیم شہر ہے جسے مذہب اسلام کی گرانقدر اور باعث افتخار شخصیتوں کی ولادت گاہ کا شرف حاصل رہا ہے اور اس کی آغوش کے پروردہ فرزندانِ توحید نے اسلام اور عالم بشریت کی جو نمایاں خدمت انجام دی ہے وہ تاریخ کے دامن میں ہمیشہ محفوظ رہے گی۔ آسمان ولایت و امامت کے آٹھویں اختر تابناک امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام کا روضۂ مقدس اسی شہر میں واقع ہے۔ پس اس مقدس سرزمین نے خواجہ نصیر الدین کی شکل میں دنیائے اسلام کو ایسی عظیم المرتبت شخصیت عطا کر دی جس کی علمی خدمات کا اعتراف ہر دوست و دشمن کو ہے۔ ان کی بے مثال اور نادر روزگار تصانیف صرف دینی درسگاہوں کی توجہ کا مرکز نہیں ہیں بلکہ ان کی تصانیف مغرب کی یونیورسٹیوں میں بھی پڑھائی جاتی ہیں۔

خواجہ نصیر الدین کو ایک شخصیت کے دائرہ میں محدود نہیں کیا جاسکتا بلکہ وہ مختلف شخصیتوں کے حامل تھے اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ایک جسم کے اندر گوناگوں شخصیتیں پوشیدہ تھیں۔ بعبارت دیگر وہ اپنے دور کے عظیم المرتبت فقیہ، مفسر، محقق، فلسفی، ریاضی داں اور ماہر علم ہیئت تھے۔

علامہ حلی، جنہیں محقق طوسی کی شاگردی کا فخر حاصل تھا، اپنے استاد کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں: "وہ شیخ علوم عقلیہ و علوم نقلیہ دونوں میں اپنے دور کے تمام علماء میں صاحب فضیلت شخصیت کے حامل تھے۔ انھوں نے علم فلسفہ اور دیگر علوم شرعیہ سے متعلق موضوعات پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں۔ اور مجھے ان سے زیادہ اسلامی اخلاق کی پیروی کرنے والا کوئی نہیں ملا۔ میں نے ان کی شاگردی میں الٰہیات اور ابن سینا کی کتاب الشفا کا مطالعہ کیا۔ اس کے علاوہ خود ان کی تصنیف کردہ کتاب تذکرہ علم ہیئت کا درس بھی ان کی شاگردی میں حاصل کیا۔"

قطب الدین اشکوری اپنی کتاب "محبوب القلوب" میں لکھتے ہیں کہ "وہ ایسے دانشمند اور محقق تھے کہ ان کے دور کے تمام دانشمند ان کی عالمانہ فضیلت کے معترف تھے اور علوم منقول و معقول کا درس حاصل کرنے کے لئے ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا کرتے تھے۔ مختلف علوم و فنون پر انھوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اور فخر رازی کے شبہات کی تردید کی بھرپور اور کامیاب کوشش کی ہے۔"

سماجی شخصیت

ہمارے عظیم المرتبت علماء کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ خوشنودی پروردگار حاصل کرنے کے لئے ہی علم حاصل کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے علم کے ذریعہ خدمت خلق کو اپنا بنیادی فریضہ قرار دیتے ہیں اور اس کے عوض میں پروردگار عالم سماجی عظمت و فضیلت سے مالا مال کر دیتا ہے: "وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین" یہ عزت خداوند عالم نے اپنے مخلص بندوں کو عطا کی ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ خدا کے نیک بندوں کو ہمیشہ یہ عزت حاصل رہی ہے چنانچہ محقق طوسی کو بھی یہ الٰہی عزت و شرف حاصل تھا۔

ہلاکو خان مغول نے اسلامی ممالک پر اپنے حملے کے دوران قتل و غارتگری کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ وہ جہاں جاتا تھا انسانی نسل کو تباہ و برباد کر دیتا تھا۔ اس کی نظر میں کسی بھی علاقے کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ ظلم و بربریت اور قتل و خون کے اس ماحول میں محقق طوسی کے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا چارۂ کار نہ تھا کہ وہ اس بے رحم ظالم کے قریب پہونچ کر اس پر قابو پانے کی کوشش کریں اور اپنی حکمت عملی و دانشمندی کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا فریضہ انجام دیں۔

جو کوتاہ نظر اور غیر منصف لوگ اس عظیم المرتبت شخصیت کے بارے میں نامناسب تنقید کرتے ہیں انھیں خواجہ نصیر الدین طوسی کی عالمانہ شخصیت اور اس دور کے سیاسی حالات کا بغور مطالعہ کرنا چاہیئے تاکہ انھیں اس حقیقت کا اندازہ ہو جائے کہ شیخ طوسی ہلاکو

خاں کی قربت کے خواہاں کیوں تھے۔ اور اس قربت کے ذریعہ انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کیسے انجام دی ہے۔ ذیل میں ان کی گرانقدر خدمات کا اجمالی تجزیہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ ہلاکو خاں تمام اسلامی کتابوں اور علمی یادگاروں کو جلا کر خاک کر دینا چاہتا تھا اور علماء کو نیست و نابود کر دینا چاہتا تھا۔ لہٰذا محقق طوسی نے اپنے علم اور رعب و دبدبہ سے کام لیا اور ہلاکو خاں کے قریب پہونچنے میں کامیاب ہو گئے۔ اپنی اس دانشمندی کے ذریعہ انھوں نے لاکھوں اسلامی کتابوں کو تباہ و برباد ہونے سے بچایا وہ تن تنہا تقریباً چار لاکھ کتابوں کی پاسداری کا کام انجام دے رہے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اپنی اس قربت کے ذریعہ محقق طوسی نے ایسے بے شمار علماء کی جان بچائی جنھیں ہلاکو خاں قتل کر دینا چاہتا تھا۔

۲۔ ہلاکو خاں کی قربت کا دوسرا اہم فائدہ یہ تھا کہ قدرے اقتدار حاصل کرنے کے بعد محقق طوسی اسلامی حدود جاری کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے علاوہ اپنے چند سالہ اقتدار کے دوران محقق طوسی نے ملک میں شرعی حدود جاری کر دیں اور بڑے اہتمام کے ساتھ نماز جمعہ بھی برپا کر دی۔ علماء قدیم میں ایسے کم ہی لوگ ہیں جنھیں نماز جمعہ برپا کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی لیکن خواجہ نصیر الدین طوسی نے اس عبادتی اور سیاسی فریضہ کو بڑی خصوصیت کے ساتھ انجام دیا

۳۔ ۶۵۷ھ میں ہلاکو خاں کے مادی وسائل و امکانات کے ذریعہ انھوں نے مراغہ میں ایک رصدخانہ کی تشکیل کرائی۔

یہاں اس بات کا تذکرہ لازمی معلوم ہوتا ہے کہ اکثر محقق طوسی کے بارے میں جھوٹی اور نامناسب داستانیں بیان کی جاتی ہیں مثلاً یہ کہ اقتدار حاصل کرنے کے بعد انھوں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا اور ہلاکو خاں کے ایک وزیر کو قتل کرا دیا۔ واضح رہے کہ اس

> **ہمارے عظیم المرتبت علماء کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ خوشنودی پروردگار حاصل کرنے کے لئے ہی علم کے ذریعہ خدمتِ خلق کو اپنا بنیادی فریضہ قرار دیتے ہیں۔**

قسم کی داستانیں ایسے خود غرض اور موقع پرست لوگوں کی ایجاد ہیں جو علمائے اسلام سے گہری عداوت رکھتے ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسلام کے نامور پاسداروں کے دامن کو اس قسم کے الزامات کے ذریعہ داغ دار بنا دیں۔ اس قسم کی داستان کو صرف جھوٹ کہنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ یہ قطعی ناقابلِ یقین باتیں ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہلاکو خاں کے جس وزیر سے انتقام لینے کی بات کہی جاتی ہے اس کا نام ابن حاجب تھا جبکہ تاریخی اعتبار سے وہ خواجہ طوسی کا ہم عصر نہ تھا۔

علمی مرتبہ

خواجہ نصیر الدین طوسی کی علمی شخصیت کے بارے میں جو کچھ کہا جائے وہ کم ہے۔ علامہ حلی جیسی عظیم المرتبت علمی شخصیت جب محقق طوسی کا تذکرہ کرتے ہیں تو انھیں "استاد البشر" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اکثر علوم میں استاد کا درجہ رکھتے تھے لیکن حکمت اور ریاضی میں انھیں غیر معمولی شہرت حاصل ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فقہ وغیرہ میں ان کی صلاحیت کم تھی بلکہ چونکہ دیگر علوم و معارف میں بھی انھیں ملکہ حاصل تھا اس کے باوجود حکمت و ریاضی اور علم ہیئت میں انھیں غیر معمولی شہرت حاصل ہے۔

ابتدائی دور میں خواجہ طوسی نے اپنے ماموں سے علوم عقلیہ کا درس حاصل کیا اس کے بعد وہ نیشاپور گئے اور فرید الدین داماد و قطب الدین مصری جیسے علماء و فضلا کی شاگردی اختیار کر لی۔

خواجہ طوسی نے بے شمار علمی موضوعات پر گرانقدر کتابیں لکھی ہیں لیکن ان کی چند کتابوں کو علمی حلقے میں غیر معمولی شہرت و مقبولیت حاصل ہے اور آج بھی علماء کی توجہ کا مرکز ہیں۔ ذیل میں ان کی بعض کتابوں کا اجمالی تعارف پیش کرتے ہوئے دیگر تصانیف کی فہرست نقل کی جاتی ہے

۱۔ **تجرید العقائد** :۔ یہ علم کلام پر لکھی گئی بہترین کتابوں میں سے ایک ہے اس میں علم معقولات کے ذریعہ شک و شبہات کی تردید کی گئی ہے۔ اگرچہ تعداد صفحات کی رو سے اس کی ضخامت کم ہے لیکن معنی و مطلب کے اعتبار سے نہایت گرانقدر اور فصیح ہے۔ ملا علی قوشچی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ: "اگر علامہ حلی نے کتاب تجرید کی شرح نہ لکھی ہوتی تو یہ گرانقدر کتاب اجمال و ابہام میں پڑی رہ جاتی اور اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ کسی کی سمجھ میں نہ آتا۔

۲۔ **آداب المتعلمین** :۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جس میں آداب تحصیل علم اور طلباء و اساتذہ کے لئے لازمی شرائط کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۲ ابواب پر مشتمل ہے جس میں علم کی ماہیت، علم کی طلب کے لئے اخلاص کی ضرورت، استاد کے انتخاب میں غور و فکر کی ضرورت، علم حاصل کرنے کی مدت، حسد سے پرہیز اور طالب علم کے لئے تقویٰ و پرہیزگاری کی ضرورت جیسے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ان اسباب و عوامل کی نشاندہی کی گئی ہے جن کے ذریعہ قوتِ حافظہ کی تقویت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ دینی آداب کی پیروی اور دیگر بے شمار موضوعات کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۳۔ **الشکل القطاع** :۔ علم ریاضی پر لکھی گئی یہ ایک عدیم المثال کتاب ہے۔ کتاب فلاسفۃ الشیعہ ۲۰۹ میں بیان کیا گیا ہے کہ "اہل مغرب نے کتاب الشکل القطاع کا لاتینی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں ترجمہ کیا ہے اور یہ کتاب گذشتہ کئی صدیوں سے یورپی دانشمندوں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے اور ان لوگوں نے مثلثات مستوی اور کروی کی معلومات اسی کتاب سے حاصل کی ہے۔ خواجہ طوسی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مثلث کروی قائم الزاویہ کی چھ حالتوں کا استعمال کیا ہے اور اسے اپنی اس کتاب میں نقل کیا ہے۔ جو شخص اس کتاب کا مطالعہ کرتا ہے اسے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ان دو مثلثات پر لکھی گئی جدید ترین کتابوں میں بھی وہ باتیں موجود ہیں جن کا تذکرہ خواجہ طوسی کی کتاب میں پہلے ہی سے موجود ہے۔

۴۔ **التذکرۃ النصیریۃ فی الہیئۃ** :۔ یہ کتاب علم ہیئت کے موضوع پر لکھی گئی ہے جس میں خواجہ طوسی نے منظومۂ بطلیموس پر سخت تنقید کی ہے اور ستاروں کی حرکت کے سلسلے میں رائج خیالات کی تردید و مذمت کی ہے۔

کتاب فلاسفۃ الشیعہ کا بیان ہے کہ "خواجہ نصیر الدین طوسی نے اس نظریہ کو پوری طرح نابود کر دیا جس کی بنیاد یونان کے بیہودہ افسانوں پر قائم تھی اور اب تک جملہ مسلمان فلاسفہ بھی اس کی پیروی کر رہے تھے۔ یونانی نظریہ اور عقول عشرہ و اس کے ملکات پر مبنی افسانوں کو خواجہ طوسی نے بالکل نیست و نابود کر دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ ہیئت قدیم میں بیان کی گئی یہ بات بالکل بے بنیاد ہے کہ افلاک زندہ و عاقل ہیں اور ان میں غور و فکر کی صلاحیت ہوتی ہے۔ انھوں نے ہیئت قدیم کی بنیاد کو کوپرنکس اور گیلیلیو کی ولادت سے صدیوں قبل ہی بے بنیاد ثابت کر دیا تھا۔

اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ خواجہ طوسی نے اپنی بات کو واضح کرنے کے لئے انہی اصولوں سے کام لیا ہے جو ان سے پہلے رائج تھے اور مروجہ خیالات کی تردید کے لئے انہی قدیم اصولوں کا سہارا لیا ہے [1]۔

خواجہ طوسی نے منظومۂ سیارہ میں ستاروں کی ظاہری نقل و حرکت کی وضاحت کے لئے انھیں دوہری شکل میں خیال کیا تھا یعنی ایک ستارہ دوسرے کے اندر گردش کیا کرتا تھا۔ چنانچہ امریکی مورخ ای۔ س۔ کنڈی بھی علم ریاضیات کے مطالعے کے دوران ستاروں کی گردش کی اس روش کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اسے جفت طوسی کے نام سے یاد کرتا ہے کیونکہ مجموعی اعتبار سے یہ دونوں کو متحرک ظاہر کرتا ہے [2]

مذکرہ بالا چار کتابوں کے علاوہ خواجہ نصیر الدین طوسی کی دیگر اہم تصانیف یہ ہیں۔

تحریر المجسطی، اساس الاقتباس در منطق، شرح اشارات ابن سینا، تحریر اقلیدس، زیج ایلخانی، اوصاف الاشراف، تذکرہ در ہیئت، رسالہ سی فصل در معرفت تقویم، رسالۂ اسطرلاب، جامع الحساب، قواعد العقائد، رسالہ در جبر و قدر، رسالہ اجوبہ سوالات شیخ صدر الدین قونوی، رسالہ رد دلیل کاتبی بر دلیل حکماء در اثبات واجب، اخلاق ناصری، رسالہ در تحقیق نفس الامر اور رسالہ در بحث امامت۔

مختصر لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ خواجہ طوسی کے پاس وہ تمام مادی وسائل و امکانات موجود تھے جن کے ذریعے وہ بڑے عیش و آرام کی زندگی بسر کر سکتے تھے لیکن انھوں نے دنیاوی عیش و عشرت کی بھی پروا نہیں کی اور تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے اس سلسلے میں وہ خود لکھتے ہیں۔

لذات دنیوی ہمہ ہیچ است نزد من
در خاطر از تغیر آن ہیچ ترس نیست
روز تنعم و شب عیش و طرب مرا
غیر از شب مطالعہ و روز درس نیست

آخر کار ۷۵ سال کی بابرکت زندگی بسر کرنے کے بعد ۱۸ ذی الحجہ ۶۷۲ھ کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جوارِ حق تعالیٰ کی طرف روانہ ہو گئے۔ انھیں کاظمین میں امام هفتم اور امام نہم علیہما السلام کے روضۂ اقدس کے قریب سپرد خاک کر دیا گیا۔

کہتے ہیں کہ عالم احتضار میں لوگوں نے ان سے پوچھا کہ "کیا آپ ہم لوگوں کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ ہم آپ کے جنازہ کو نجف اشرف لے جائیں" محقق طوسی نے جواب دیا "نہیں میرے جنازہ کو اسی جگہ دفن کر دینا۔ کیونکہ مجھے امام موسیٰ ابن جعفرؑ سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ ان کے جوار رحمت میں میرا انتقال ہو اور بعد میں میرے جنازہ کو دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے۔"

---

[1] فلاسفۃ الشیعہ ص ۴۹۳ بحوالہ دانش مسلمین ص ۳۹۵
[2] کتاب علم و تمدن در اسلام ص ۱۷۵

آہ
مولانا سید مظفر حسین صاحب طاہر جبروِلی

اسلامی دنیا میں یہ خبر انتہائی افسوس کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ ہندوستان کے عظیم مدبر و مفکر نامور ذاکر خطیب الایمان جناب مولانا سید مظفر حسین صاحب طاہر جبروِلی ۲ دسمبر ۱۹۸۸ء کو تہران میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے وہ حکومت ایران کی دعوت پر تقدس و امنیت حرم کی عالمی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے ایران تشریف لے گئے تھے موصوف مختلف اسلامی دینی و تدریسی تنظیموں سے وابستہ تھے۔ آپ شیعہ کاؤنسل آف انڈیا کے چیرمین اور شیعہ ڈگری کالج لکھنؤ کے بورڈ آف ٹرسٹی میں آنریری جنرل سکریٹری تھے۔ اس غم ناک موقع پر ہم دعا کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ مرحوم کے درجات کو اپنی جوار رحمت میں بلند فرمائے۔ نیز پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (ادارہ)

تہران میں

عالمی کانفرنس

تقدس وامنیتِ حرم

کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے اسلامی جمہوریۂ ایران کے صدر حجۃ الاسلام سید علی خامنہ ای نے اپنی تقریر میں کہا کہ اگر گذشتہ حج کے دوران مکہ معظمہ میں مسلمانوں کے وحشیانہ قتل عام کے ذریعہ حرم امن الٰہی کی پاکیزگی وسلامتی کو اعلانیہ پامال نہ بھی کیا گیا ہوتا تو بھی امت اسلامیہ عالم بالخصوص مسلم علماء ومفکرین کی ذمہ داری تھی کہ وہ حرم امن الٰہی کی سلامتی و پاکیزگی کے بارے میں غور وفکر اور تبادلہ خیال کریں کیونکہ قرآن مجید کی سات یا آٹھ آیتوں میں حرمین شریفین کے تقدس وامنیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ مکہ مکرمہ کی سلامتی ایک اہم اور بنیادی مسئلہ ہے اور مسلمانوں کو اس سلسلے میں پوری طرح غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ مکہ مکرمہ میں امن وسلامتی قائم رکھنے کے سلسلے میں اتنی تاکید کیوں کی گئی ہے؟ امن وسلامتی کیسے قائم رکھی جاسکتی ہے؟ اور وہ کون سے کام ہیں جن کی وجہ سے حجاج کرام اور مسلمانوں کی امنیت وسلامتی کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے؟

صدر جمہوریۂ ایران حجۃ الاسلام خامنہ ای نے مکہ معظمہ میں رونما ہونے والے خونین حادثے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ایک قوم کی حیثیت سے اس خونین حادثے کا مقابلہ کرنا ہمارے لئے قطعی دشوار نہیں ہے لیکن حرم الٰہی کی سلامتی کا مسئلہ ایک عام اور اسلامی مسئلہ ہے لہٰذا عالم اسلام کو اس موضوع پر باقاعدہ غور وفکر کرنا چاہیئے۔ ہم تجربہ کرچکے ہیں کہ عالمی سامراج اپنے ایجنٹوں اور نوکروں کی جو حمایت کرتا ہے وہ ناپائیدار ہے اور اس کا تعلق اس بات سے ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ میں رونما ہونے والے خونین حادثے کی نوعیت کچھ ایسی تھی کہ دنیا کا کوئی بھی مسلمان یا انصاف پسند انسان اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ یہ محض ایک وحشیانہ ظلم تھا جس کو عالمی سامراج کے تعاون سے سعودی حکام نے مراسم حج کے دوران عملی جامہ پہنادیا۔

متذکرہ بالا عبارت لبنان کے مایۂ ناز دانشمند شیخ سعید شعبان کی اس تقریر کا ایک مختصر حصہ ہے جو انھوں نے تہران میں منعقد ہونے والی تحفظ تقدس وامنیت حرم عالمی کانفرنس کے دوران دنیا کے ۳۶ ملکوں سے آئے ہوئے تقریباً دو سو سے زیادہ بیرونی علماء ومفکرین اسلامی اور ایران کی علمی وسیاسی شخصیتوں کو خطاب کرتے ہوئے کی تھی۔ اس کانفرنس میں قرآن و اسلامی فقہ کے اعتبار سے حرم کی سلامتی و تقدس، حج اور حرمتِ حرم کے سلسلے میں بین الاقوامی قوانین اسلامی انقلاب اور سالہائے گذشتہ کا حج اور مکہ کا خونین حادثہ اور تقدس وسلامتی حرم کے سلسلے میں امت اسلامیہ کی ذمہ داری جیسے اہم موضوعات کا تجزیہ کیا گیا۔ تہران سے حاصل ہونے والی اطلاعات کے بموجب دنیا کی مختلف اسلامی جماعتوں اور تنظیموں نے کانفرنس کے دوران ارسال کردہ اپنے ٹیلیگرام میں سرزمین مکہ میں کئے گئے وحشیانہ قتل عام اور سعودی حکومت کی اسلام دشمن، مسلم کش اور خیانت آمیز سیاست کی بھرپور مذمت کرتے ہوئے تہران میں منعقد عالمی کانفرنس کے ساتھ اپنی حمایت وہمدردی کا اعلان کیا۔ انہیں تنظیم امامیہ پاکستان تنظیم اسلامی برائے آزادی بحرین، تحریک نفاذ فقہ جعفری کراچی اور آسٹریا و دیگر ممالک کی اسلامی تنظیمیں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دنیا کے اکثر مسلمان علماء ومفکرین نے اس عالمی کانفرنس کا استقبال کیا۔

ہے کہ اہل حق اپنے حقوق کے سلسلے میں کس حد تک بیدار ومتوجہ ہیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حجۃ الاسلام سید علی خامنہ ای، حجۃ الاسلام کروبی، علامہ سید فضل اللہ، علامہ شیخ شعبان اور علامہ شیخ طورہ اس عالمی کانفرنس کی مرکزی کمیٹی کے اراکین تھے اور کانفرنس میں لبنان ومقبوضہ فلسطین کے جلیل القدر علماء ومفکرین بھی شریک تھے۔

اس عالمی کانفرنس میں شریک مندوبین جن میں علماء ودانشمندان کی اکثریت تھی اس کانفرنس سے حاصل ہونے والے نتائج سے مطمئن تھے اور اسے حج کی راہ میں آنے والی مشکلات اور پریشانیوں کو دور کرنے میں مفید وکارآمد قدم سے تعبیر کیا ہے۔ ذیل میں بعض ایرانی اور بیرونی ممالک سے آئے ہوئے علماء ومفکرین کے افکار وعقائد کا اجمالی تذکرہ پیش کیا جارہا ہے جس کی روشنی میں قارئین کرام کو یہ اندازہ ہوجائے گا کہ حرم امن الٰہی کے تقدس وسلامتی کو برقرار رکھنے کے سلسلے میں عالم اسلام کا طرز فکر کیا ہے۔

وزیر تبلیغات اسلامی ڈاکٹر خاتمی

قرآن مجید نے عوام اور خانۂ کعبہ کے درمیان جس مناسبت کی طرف متوجہ کیا ہے وہ انتہائی مقدس اور مستحکم مناسبت ہے کیونکہ کعبہ رمز توحید اور انسان کی عظمت وسربلندی کا سرمایہ ہے.... آج ہم لوگ حرم کی قداست واحترام کی حفاظت کچھ اس طرح کررہے ہیں کہ فلسطین کا دھڑکتا ہوا دل یعنی قدس عزیز غاصب اسرائیلی حکام کے چنگل میں ہے اور اس غاصب حکومت کو امریکہ کی بھرپور اور ہمہ جہتی حمایت حاصل ہے۔ اور حیرت انگیز وافسوسناک بات یہ ہے کہ آج حرمین شریفین بھی ایسی حکومت کے قبضے میں ہے جو ہر شعبہ حیات میں امریکی احکام کی پیروی کے لئے مجبور ہے اور آج خانۂ کعبہ میں تاریخ اسلام کی سب سے بڑی خیانت منظر عام پر آگئی ہے۔

ایرانی حجاج کے سرپرست حجۃ الاسلام کروبی:

زائرین خانۂ کعبہ کے بیرحمانہ قتل عام کا مقصد یہ تھا کہ اسلام دشمن طاقتوں سے نفرت وبیزاری کا مظاہرہ کرنے والے حاجیوں کو پوری طرح کچل دیا جائے۔ اسی وجہ سے ان لوگوں نے حجاج کرام کا پوری طرح محاصرہ کرلیا تھا اگر ان لوگوں کا ارادہ قتل عام کرنے کا نہیں تھا تو کم از کم انہیں کوئی راستہ ایسا چھوڑ دینا چاہیئے تھا جہاں سے حجاج کرام کو متفرق ہونے کا موقع مل جاتا۔ ایرانی زائرین و سفیران انقلاب اسلامی ایران آئندہ بھی اسی شان و شوکت کے ساتھ مراسم حج میں شریک ہوں گے اور اس مقدس فریضۂ الٰہی کے سیاسی پہلوؤں کو اجاگر کرنے میں نمایاں خدمات انجام دیں گے اور دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت ان کی اس آواز کو بند نہ کرسکے گی۔ حجۃ الاسلام مہدی کروبی نے عالم اسلام کی اس عظیم مشکل کے سلسلے میں دعوت فکر دیتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ ماہ ذی الحجہ کی چھٹی تاریخ کو حجاج کرام نے مکہ معظمہ میں جام شہادت نوش کیا ہے لہٰذا عالم اسلام کے ہر گوشے میں ۶ ذی الحجہ کو یوم بیزاری از مشرکین منایا جائے تاکہ جوار امن الٰہی میں شہادت سے ہم آغوش ہونے والوں کی یاد تازہ ہوتی رہے۔

شاہی امام جامع مسجد دہلی سید عبداللہ بخاری

کانفرنس کے عام اجلاس میں ایرانی پارلیمنٹ میں برادران اہلسنت کی نمائندگی کرنے والے جناب مولانا اسحاق مدنی نے امام بخاری کا پیغام سنایا۔ اپنے اس پیغام میں امام بخاری نے اس بات پر کافی زور دیا ہے کہ ایسے حالات میں جبکہ تمام رجعت پسند اور تسلط طلب ممالک اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی پر کمربستہ ومتحد ہیں، تمام مسلمانوں بالخصوص مسلمان دانشوروں اور مفکروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی معاشرہ کو

آپسی اختلافات سے پرہیز کرنے کی ہدایت کریں اور تمام مسلمانوں کو اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف جد وجہد کیلئے آمادہ کریں۔"

اپنے اس پیغام میں امام بخاری نے اس بات پر تاکید کی ہے کہ "اسلامی جمہوریہ ایران کی قیادت اور ایران کے مسلمان عوام سے درس حاصل کرتے ہوئے دنیا بھر کے مسلمان اسلامی ممالک پر تسلط قائم رکھنے والی طاقتوں کے خلاف بھرپور جد وجہد کر سکیں گے اور ملت انقلابی ایران کی طرح انہیں بھی اپنی جد وجہد میں کامیابی و سرفرازی حاصل ہو گی۔ (انشاء اللہ)"

شیخ محمد مہدی الطیب، امام جمعہ وجماعت المہدی جامع مسجد سوڈان:۔

"مسلمانوں کو اس حقیقت سے بخوبی واقف رہنا چاہیے کہ عوام کی حاکمیت کا دعویٰ کرنے والی سعودی حکومت نے حرم امن الٰہی کے تقدس وسلامتی کو پامال کر دیا ہے۔ پس دنیا بھر کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ حرمین شریفین کے انتظامات کیلئے ایک عملی راہ کا تعین فقط ایک ارشاداتی و تبلیغاتی راہ ہے اور اسکو عملی جامہ پہنانا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔"

شیخ محمد مہدی شمس الدین، نائب صدر مجلس عالی شیعیان لبنان:۔

کانفرنس کے دوران مجلس عالیہ شیعیان لبنان کے نائب صدر شیخ محمد مہدی شمس الدین کا پیغام موصول ہوا جس کو کانفرنس کے دوران پڑھ کر سنایا گیا۔ اس پیغام میں کہا گیا ہے۔

"مراسم حج کے سیاسی پہلوؤں میں حج کے عظیم عبادتی پہلوؤں کی تجلی دکھائی دیتی ہے اگرچہ رجعت پسند حکومتوں کے درباری علماء اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ مراسم حج کے عظیم سیاسی پہلوؤں کو حجاج کرام کی نگاہوں سے اوجھل کر دیں پس ان حالات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے دنیا کے آزاد دانشوروں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس اسلام دشمن سازش کو ناکام کر دیں۔ امسال مراسم حج کے دوران حرم امن الٰہی کے قریب جو واقعہ رونما ہوا ہے اسے ایک معمولی واقعہ سمجھ کر نظرانداز نہ کرنا چاہیئے بلکہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس واقعہ کی گہرائی، اس کے اغراض ومقاصد اور اس ظالمانہ پلاننگ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کی گئی تیاریوں کے بارے میں باقاعدہ غور وفکر کریں تاکہ اسلام اور مسلمانوں سے گہری حقیقی عداوت رکھنے والوں کا چہرہ کھل کر سامنے آجائے اور عالم اسلام ان چہروں کو اچھی طرح پہچان لے۔"

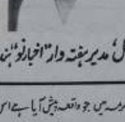

م۔ افضل، مدیر ہفتہ وار "اخبار نو" ہندوستان

مکہ مکرمہ میں جو واقعہ پیش آیا ہے اس پر غور وفکر کی ضرورت ہے۔ سعودی حکام نے اپنی اس شرمناک حرکت پر پردہ ڈالنے کے لئے خود کو مظلوم ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی اور ہندوستان میں اس حادثے کو سنی شیعہ رنگ دینا چاہا وہ یہ پروپیگنڈہ کر رہے تھے کہ "شیعہ حضرات خانہ کعبہ پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔" لیکن آخر کار مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ یہ سنی شیعہ لڑائی نہیں ہے ہم لوگ امام خمینی کے پیغامات کی روشنی میں یہ سمجھ چکے ہیں کہ وہ سنی اور شیعہ جماعت کے درمیان اتحاد کے خواہاں ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے درمیان باہمی اختلافات ختم ہو جائیں اور دوسری طرف سعودی حکومت ہندوستان میں سنی شیعہ اختلافات کا باعث بنی ہوئی ہے علمائے اسلام بخوبی سمجھ چکے ہیں کہ سعودی حکام اسلام اور حرم امن الٰہی کی بے حرمتی کو جائز سمجھتے ہیں۔"

ڈاکٹر سعید اسد اللہ۔ پروفیسر کشمیر یونیورسٹی

حجاج کرام پر گولی چلانا صہیونی افکار وعقائد کا حامل ہے اور مکہ معظمہ میں صہیونی گولیوں سے ہی ایرانی اور غیر ایرانی حجاج کو خاک وخون میں غلطاں کیا گیا۔ پس ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ حرمین شریفین کی دیکھ بھال اور اس سے متعلق انتظامات کی ذمہ داری دنیا کے تمام مسلمانوں کے سپرد کر دی جائے۔

پروفیسر ظل الرحمٰن، بنگلہ دیش۔

اپنی تقریر کے دوران پروفیسر رحمان نے اسلامی ممالک کی موجودہ صورتحال پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ افسوسناک بات ہے کہ اسلامی ممالک کے حکام وسربراہ بیرونی طاقتوں کی غلامی وبندگی میں لگے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے ان حکام کو ایسی شرمناک حرکت سے باز رکھا جائے پروفیسر رحمان نے مزید کہا کہ انقلاب اسلامی ایران لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے کام میں مصروف ہے اور یہ مسلمانوں کے درمیان وحدت واتحاد کی زمین ہموار کرنے میں مصروف ہے۔ مکہ معظمہ کے خونین حوادث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ "سعودی حکام کی بے صلاحیتی کو نگاہ میں رکھتے ہوئے حرم امن الٰہی کے تقدس وسلامتی کی حفاظت کے لئے ایک عالمی اسلامی کمیٹی کی تشکیل لازمی ہے۔

شیخ سعید شعبان، قائد برادران اہلسنت، شہر طرابلس لبنان:۔

"مراسم حج بیت اللہ کے دوران امریکہ مردہ باد، روس مردہ باد اور غاصب اسرائیل حکومت مردہ باد کی آواز درحقیقت اسلام دشمن مشرکوں کے خلاف مسلمانوں کی للکار ہے۔ پس جو شخص مسلمانوں کی اس للکار کے مقابلے میں کھڑا ہو وہ یقیناً کفار کی صف میں کھڑا ہوا ہے اور آل سعود کا دامن مسلمانوں کی اس للکار کی مخالفت کے شرمناک دھبے سے پوری طرح داغدار ہے۔"

ایک پریس انٹرویو کے دوران عمان میں عرب سربراہان مملکت کی اعلیٰ کانفرنس کے شرمناک نتائج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ "اس اجلاس کے نتائج نے رجعت پسند عرب حکومتوں اور اسرائیلی حکمرانوں کے درمیان خفیہ نزدیکی وقربت کو بے نقاب کر دیا کیونکہ دنیا میں جو شخص مسلمان کو اپنا دشمن سمجھے اور صیہونیوں کے ساتھ صلح ومصالحت کرے وہ خدا کے دین سے خارج ہو چکا ہے۔ اور یہ امریکی غلام ورجعت پسند عرب حکمراں انہیں لوگوں میں سے ہیں کہ مشرکین زمانہ کے خلاف برأت وبیزاری کا اعلان کرنے والے اسلامی جمہوریہ ایران کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور اسلام دشمن اسرائیل اور اسرائیلی عناصر کے ساتھ صلح ومصالحت کی فکر میں سرگرداں ہیں۔"

محمد صائم، قائد برادران اہلسنت، ترکی:۔

واضح رہے کہ مولانا محمد صائم صاحب مکہ معظمہ میں برأت از مشرکین مظاہرہ میں خود شریک تھے اور حجاج کرام کے وحشیانہ قتل عام کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا صائم نے کہا: "اگرچہ سعودی جلادوں نے مجھے کافی زخمی کر دیا تھا پھر بھی بچے ایرانی حاجیوں کو سعودی پولیس کے ہاتھوں گولی مار کر شہید کئے جانے کا منظر میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس مظاہرہ میں ایرانی حجاج کے علاوہ ترکی، الجزائر، لیبیا، اور تیونیشیا کے بے شمار حجاج کرام بھی شریک تھے۔"

حجاج کرام پر سعودی حکومت کے حملے کی شروعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ "ابتدا میں تمام حالات اپنے معمول کے مطابق درست تھے لیکن اپنی تقریر کے دوران میں نے دیکھا کہ سعودی پولیس افسران سامنے والی عمارت کی چھت سے آئینہ کی مدد سے مقرر کے چہرہ پر آفتاب کی کرنیں ڈال کر اس کو پریشان کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی اثنا میں میں نے فائرنگ کی آواز سنی اور ایسا محسوس ہوا کہ سعودی پولیس نے آنسو گیس کے گولے پھینکے ہیں اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے سعودی مسلح سپاہیوں نے مظاہرین کی پہلی صف پر جسمیں خواتین اور جسمانی اعتبار سے معذور جانبازان اسلام تھے، حملہ کر دیا۔ انھوں نے مزید کہا کہ اس حملے کے بعد مظاہرین میں بھگدڑ پیدا ہو گئی اور سعودی پولیس نے چاروں طرف سے ہم لوگوں کا محاصرہ کر لیا۔ میں نے قریب کی ایک گلی میں پناہ لینی چاہی تو وہاں سعودی پولیس اور افسران کی ایک جماعت سادے لباس میں کھڑی ہوئی تھی۔ سعودی پولیس کی یہ جماعت ہم لوگوں پر ٹوٹ پڑی۔ قریب کی چھت پر تعینات پولیس افسران نے ہمارے اوپر پتھر اور شیشے پھینکنا شروع کر دیا۔ ایک پتھر میرے سر پر لگا اور میں بری طرح زخمی ہو گیا۔"

انھوں نے مزید کہا کہ "اس حادثے کی پلاننگ کے ذریعہ امریکہ حرم امن الٰہی کی حرمت کو پامال کرنا چاہتا تھا۔ اور اس کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ اس ناگوار خونین حادثے کے لئے اسلامی جمہوریہ ایران کو ذمہ دار ٹھہرائے گا۔ اس طرح وہ عالم اسلام میں انقلاب اسلامی ایران کی رسوائی کے ذریعہ مسلمانوں کو اس انقلاب سے بدگمان کر دے گا۔ پیغمبرؐ کے زمانے میں مکہ مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ تھا اور پیغمبر اکرمؐ نے اس پر فتح حاصل کی تب یہ مسلمانوں کے ہاتھ میں آگیا۔ دور حاضر میں بھی مکہ کی کیفیت پہلے جیسی ہو چکی ہے لہٰذا مکہ کو دوبارہ فتح کرنے کی ضرورت ہے تاکہ امریکی غلام آل سعود سے اس مقدس سرزمین کو نجات حاصل ہو سکے۔"

سید عارف حسین آل حسینی، ممتاز شیعہ لیڈر، پاکستان

تاریخ گواہ ہے کہ فرقہ وہابیت کی بنیاد انگریزوں نے رکھی تھی اور اس فرقے کا بنیادی کام مسلمانوں کے ذریعہ تفرقہ واختلافات کی آگ بھڑکانا تھا اور سامراجی حکومتوں کا قدیم منصوبہ ہے کہ مسلمانوں

کے درمیان اختلافات وتفرقہ پیدا کرکے اپنے غیر قانونی مفاد کی نگرانی کرتے رہیں۔ تاریخ کے دامن میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ ایران میں بہائیت کی تشکیل کا مقصد بھی مسلمانوں کے ذریعہ اختلافات کی آگ بھڑکانا تھا بہرحال یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ سعودی حکمرانوں میں حرمین شریفین کے انتظام کو سنبھالنے کی صلاحیت نہیں ہے پس ان مقدس اماکن کے انتظامی امور کو صالح افراد کے حوالے کرنا لازمی ہے۔ حرم الٰہی کا تعلق دنیا کے تمام مسلمانوں سے ہے۔ اس کو کسی ایک خاندان کی ملکیت قرار دینا ہرگز درست نہیں ہے۔ پس اسلامی ممالک کے صالح افراد پر مشتمل ایک کمیٹی کی تشکیل لازمی ہے تاکہ وہ جملہ انتظامی امور کی دیکھ بھال کرسکے اور دنیا کے مسلمان پرسکون ماحول میں مناسک حج ادا کرسکیں۔ درحقیقت سعودی حکمرانوں کا حقیقی کعبہ وہائٹ ہاؤس و واشنگٹن ہے اور ان میں حرمین شریفین کے انتظامی امور کی نگرانی کی صلاحیت بالکل نہیں ہے۔

ان کے علاوہ بیرونی ممالک سے آئے ہوئے مہمان علماء و دانشوروں میں لبنان کے عالم دین سعید خالد، ملک محمد اکبر ساقی، پاکستان، عبدالرزاق محمد ابراہیم، سری لنکا، افریقہ سے سید محمد حسین فضل اللہ لبنان، سید محمد مصطفیٰ محقق داماد اور ڈاکٹر ابوبکر، جنوبی افریقہ کے پروفیسر عبداللہ عثمان اور فلسطینی مجاہد شیخ حلیم الباویدی روحانی نے بھی اس عالمی کانفرنس سے خطاب کیا۔

کانفرنس میں منظور شدہ قرار داد

کانفرنس کے آخری اجلاس میں ڈاکٹر ہادی البشرح نے حاضرین مجلس کے سامنے ایک ۱۲ نکاتی قرار داد پڑھی جس کی جملہ حاضرین نے بزور تائید کی۔ منظور شدہ قرار داد کا متن حاضر خدمت ہے۔

۱۔ یہ عالمی کانفرنس اسلامی جمہوریہ ایران کو امت اسلامیہ کا تنہا شرعی اور قانونی نمائندہ سمجھتی ہے اور حضرت امام خمینی کو عالم اسلام کا یگانہ رہبر تسلیم کرتی ہے کیوں کہ حضرت امام اپنی باشعور قیادت کے ذریعہ مسلمانوں کو نجات دلا کر امت اسلامیہ کے درمیان وحدت و اتحاد قائم کرسکتے ہیں۔

۲۔ یہ عالمی کانفرنس دنیائے اسلام کو دعوت دیتی ہے کہ اس امریکی اسلام کی تفرقہ انگیز روش کی پرزور مخالفت کی جائے جو امت اسلامیہ کے درمیان اتحاد کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ کانفرنس فلسطین، لبنان، حجاز، جزیرۃ العرب، تھونیشیا، مراقش، فلپائن، ہندوستان اور جنوبی افریقہ کی اسلامی تحریکوں کی بھرپور حمایت کرتی ہے اور حجاج بیت اللہ الحرام سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ آئندہ سال مراسم حج کے دوران ان کے مسائل کے بارے میں باقاعدہ غور و فکر کا اہتمام کریں۔

۳۔ بیت اللہ الحرام عوام الناس کا گھر ہے اور فریضہ حج ایک واجب شرعی ہے اور مراسم حج کے دوران مشرکین زمانہ سے علیحدگی و بیزاری کا مظاہرہ کرنا اور عوامی مفاد سے متعلق جملہ مذہبی، اقتصادی اور سیاسی مسائل پر گفتگو کرنا نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کا حق ہے بلکہ ان کا فریضہ بھی ہے اور دنیا کی کوئی بھی طاقت اس پر پابندی عائد کرنے یا اس کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کی حقدار نہیں ہے۔

۴۔ ۶ر ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ کو مکہ معظمہ میں رونما ہونے والے ہولناک ظلم نے یہ ثابت کردیا ہے کہ حرمین شریفین کے انتظامی امور کو صالح علمائے اسلام کے ہاتھوں میں سپرد کرنا لازمی ہے لیکن اسلامی مذاہب کے عظیم المرتبت علماء سے متعلق جزئیات پر آئندہ اجلاس میں بحث و گفتگو کی ضرورت ہے۔

۵۔ سال گذشتہ حرم امن الٰہی میں آل سعود کی ظالمانہ روش کے خلاف اعتراض ظاہر کرنے اور مکہ میں کئے گئے قتل عام کے دوران شہادت سے ہم آغوش ہونے والے حاجیوں کی یاد تازہ کرنے کے لئے یہ عالمی کانفرنس ہر سال ۶ر ذی الحجہ کو پوری دنیا میں یوم برائت از مشرکین منانے کا اعلان کرتی ہے تاکہ دنیا کے تمام لوگ مشرکین زمانہ سے اپنی برائت و بیزاری کا مظاہرہ کرسکیں۔

۶۔ اسلام کے عالمی مقاصد کی ترقی اور ظالم امریکہ سے سانحۂ مکہ کے دوران شہید ہونے والے حجاج کرام کے خون کا بدلہ لینے کے لئے یہ عالمی کانفرنس جملہ اسلامی ممالک میں جماعت حزب اللہ کی تشکیل کو ناقابل اجتناب ضرورت اور الٰہی فریضہ تسلیم کرتی ہے۔

۷۔ عالم اسلام کا بنیادی مسئلہ موضوع فلسطین اور بین الاقوامی صہیونیت کے خلاف جد و جہد ہے اور سال گذشتہ مراسم حج کے دوران آل سعود کے خائنانہ اقدام کی وجہ سے آزادی بیت المقدس کے لئے کئے جانے والے مسلحانہ جہاد کو فراموش نہ کرنا چاہئے۔ لہٰذا ہم غاصب بیت المقدس حکومت کے استحکام کی خاطر کی جانے والی ہر سازش بالخصوص عمان میں ہونے والی عرب کانفرنس کے دوران رجعت پسند عرب حکمرانوں کے خیانت آمیز موقف کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔

۸۔ یہ کانفرنس امریکہ کی سرپرستی اور عرب حکام کی مالی حمایت کے سایہ میں اسلامی جمہوریہ ایران پر مسلط کردہ جنگ کی مذمت کرتی ہے اور عراق کے مقابلے میں اسلامی جمہوریہ ایران کے دفاع مقدس

(باقی ص۵ پر)

بقیہ:

اداریہ

نے اپنے یہاں کے داخلی مسائل پر پردہ ڈال رکھا ہے اور مزید خیانت آمیز سرگرمیوں میں مصروف ہیں حالانکہ ان عرب حکومتوں نے اس حقیقت کو نظر انداز کر رکھا ہے کہ دنیا کے اکثر ممالک میں رونما ہونے والی اسلامی تحریکیں حقیقی اسلامی تعلیمات کا عطیہ ہیں اور وہ وقت دور نہیں جب کہ مسلمان عوام امریکہ اور اسرائیل کے ذریعہ لکھی گئی قرار داد کو اپنے غیض و غضب کی آگ میں جلا کر راکھ کردیں گے۔ آج عرب دنیا اپنے حقیقی دشمن کی شناخت کرچکی ہے چنانچہ جس وقت عرب سلاطین و شیوخ اپنے عوام کے ارمانات و مطالبات کو ٹھکراتے ہوئے ایسا شرمناک فیصلہ کررہے تھے اس وقت فلسطینی مجاہدین اسرائیل کے خلاف اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں میں ہمہ تن مصروف رہتے ہوئے یہ اعلان کررہے تھے کہ اسرائیل کے خلاف اپنا مقدس جہاد جاری رکھیں گے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیشے کے محلوں میں آرام و سکون سے بیٹھے ہوئے حکمرانوں تک فلسطینی مجاہدین کی یہ آواز ابھی نہیں پہونچ سکی ہے اور انھیں اس حقیقت کا اندازہ نہیں ہوسکا کہ ان کا یہ اطمینان و سکون ہمیشہ نہ باقی رہے گا۔

بقیہ:

صحیفۂ نور

اختیار کئے رہیں؟ اور کیا اسرائیلی جلادوں کے ساتھ سازش کرکے فلسطینی مجاہدوں کو ایسے علاقے سے باہر نکالنا درست ہے جہاں سے وہ غاصب حکومت کے خلاف کامیاب جہاد جاری رکھ سکیں؟ کیا عرب حکومتیں اور ان عرب ممالک کے مسلمان اس بات سے ناواقف ہیں کہ اگر فلسطینی مجاہدین کا یہ جہاد نابود ہوگیا تو جملہ عرب ممالک کے عوام اس ناپاک دشمن کی وجہ سے سکون و اطمینان حاصل کرسکیں گے؟

فلسطینی مجاہدوں کی حمایت تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے۔

آج تمام مسلمانوں بالخصوص عرب حکومتوں کو چاہیے کہ اپنے استقلال کی حفاظت کے لئے فلسطینی مجاہدین کی بھرپور حمایت کریں اور مجاہد گروہ تک اسلحہ و رسد پہونچانے میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کریں اور فلسطینی مجاہدوں کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہوئے قرآنی تعلیمات کی پیروی کرتے ہوئے اپنے مقدس مقصد کی راہ میں پوری طرح ثابت قدم رہیں اور اپنا مقدس جہاد جاری رکھیں ایسا نہ ہو کہ بعض عناصر کی تساہلی اور کوتاہی کی وجہ سے افسردہ ہوجائیں اور ان کے آزادی طلب مشن کو نقصان پہونچ جائے۔ اس بات پر تاکید کی جاتی ہے کہ فلسطینی مجاہدین اور اس علاقے کے مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اسلامی اخوت لازمی ہے جہاں مجاہدانہ سرگرمیاں جاری ہیں۔

دنیا کے تمام بیدار، ہوشیار، دور اندیش اور باشعور مسلمانوں بالخصوص بندگان خاص خدا اور علمائے اسلام سے میرا مطالبہ ہے کہ بارگاہ خداوندی میں ناپاک سامراجی اثر و رسوخ سے مسلمانوں کی نجات و آزادی کے لئے دعا کریں کہ وہ ان مجاہدین کو موثر جہاد کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ علمائے اسلام سے میری التماس ہے کہ ہم اسلامی اجتماعات مثلاً نماز جمعہ اور مراسم حج کے دوران تمام مسلمانوں کے درمیان حقائق کی تبلیغ و اشاعت کا خاص خیال رکھیں اور قرآنی احکام کی پیروی کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کو باہمی اتحاد اور اسلامی اخوت کی دعوت دیں تاکہ دنیا بھر کے مسلمان فقط آزادی فلسطین کے لیے ہی نہیں بلکہ ان اہم اور پیچیدہ مسائل و مشکلات کا حل تلاش کرنے کے لئے جبہ واحد کی شکل اختیار کرلیں جس نے آج عالم اسلام کو اپنے چنگل میں دبوچ رکھا ہے۔ بارگاہ خداوندی میں میری یہی دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کے علاقے کی طرف بڑھنے والے خارجی اور سامراجی ہاتھوں کو قلم کردے۔ انہ سمیع مجیب۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
روح اللہ الموسوی الخمینی۔
۱۰ر نومبر ۱۹۸۳ء

ایران وجہان اسلام

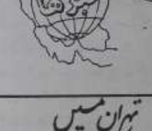

تہران میں
تعلیمی وتربیتی فلموں کا بین الاقوامی میلہ
ہندوستانی فلم "پانی"

قابل قدر ستیال مادہ" نے اس میلے میں دوسرا انعام حاصل کیا

تعلیمی وتربیتی فلموں کے ساتویں بین الاقوامی میلے کا آغاز صدر جمہوریہ ایران جناب خامنہ ای کے پیغام سے ہوا۔ اس میلے میں مغربی ومشرقی جرمنی، آسٹریلیا، آسٹریا، اٹلی، بلغاریہ، پاکستان، چیکوسلواکیہ، چین، رومانیہ، جاپان، شام، سوئٹزرلینڈ، روس، کینیڈا، کیوبا، ہنگری، پولینڈ، ناروے، ہندوستان، یوگوسلاویہ، یونان اور جمہوری اسلامی ایران نے شرکت کی۔ منتخب فلموں کا اعلان بتاریخ ۸ر اکتوبر ۱۹۸۸ء ہوا اور انہیں انعام کے قابل بہترین فلموں میں شمار کیا گیا۔

تعلیمی وتربیتی فلموں کے انعامات تقسیم کئے جانے کی تقاریب میں مختلف ممالک کے اعلیٰ عہدیدار، جمہوری اسلامی ایران کے وزیر آموزش وپرورش، وزارت تعلیم کے کارکن، میلے میں شرکت کرنے والے ممالک کے سفارتی نمائندے اور وہ معزز حضرات جنہیں فنون لطیفہ سے دلچسپی ہے، شامل تھے۔ جن ۴۶ فلموں کو مقابلے کے لئے پیش کیا گیا تھا انہیں منتخبین کی جماعت نے بغور دیکھا اور ہر فلم کی خصوصیات کا جائزہ لینے کے بعد انہیں انعام کا مستحق قرار دیا۔ جو فلمیں نمائش کے لئے پیش کی گئی تھیں انہیں بحث ومباحثہ اور ضروری مشورے کے بعد منتخبین کی رائے سے مختلف شعبوں میں تقسیم کردیا گیا۔ فلموں کی ترتیب جس اعتبار سے کی گئی تھی اس کی کیفیت ذیل میں درج ہے۔

علمی فلمیں:-

۱۔ روغنکاری سے متعلق فلم (جس میں سطح کا ہموار کرنا، اس پر لاک چڑھانا اور رنگ کرنا شامل ہیں) یہ فلم جرمنی میں تیار کی گئی تھی۔ اس نے پہلا انعام حاصل کیا اور اسے میلے کے کارپردازوں کی جانب سے سونے کا تمغہ پیش کیا گیا۔

۲۔ چنکبرا کوا (نیلے خاکستری رنگ کا کوا) یہ فلم چین میں تیار کی گئی۔ اس نے دوسرا انعام حاصل کیا اور اسے چاندی کا مجسمہ پیش کیا گیا۔

۳۔ پانی۔ قابل قدر ستیال مادہ یہ فلم ہندوستان میں تیار کی گئی اس نے دوسرا انعام حاصل کیا اور اسے بھی چاندی کا مجسمہ عطا کیا گیا۔

۴۔ پولینڈ میں جو فلم تیار کی گئی تھی اس کا نام سیبر ینگ تھا۔ اس نے تیسرا انعام حاصل کیا اور اسے کانسے کا مجسمہ دیا گیا۔

۵۔ حیوانات کی زندگی۔ یہ فلم ویڈیو کے لئے اٹلی میں تیار کی گئی۔ اس نے بھی تیسرا انعام حاصل کیا اور اسے بھی کانسے کا مجسمہ دیا گیا۔

۶۔ حیاتی خلیات کا مطالعہ STUDIES IN BIOLOGICAL CELLULOSE

یہ فلم مغربی جرمنی میں تیار کی گئی اور فطرت وبرقی تمل نامی فلم پولینڈ میں تیار کی گئی۔ ان فلموں میں سے اول الذکر کو نمایاں کارکردگی کا سرٹیفکیٹ اور موخر الذکر کو اعزازی ڈپلوما عطا کیا گیا۔

تربیتی فلمیں:-

۱۔ پانچ بجا بچے۔ یہ فلم چین میں تیار کی گئی اس نے پہلا انعام حاصل کیا اور اسے طلائی مجسمہ پیش کیا گیا۔

۲۔ تباہی کی راہ پر۔ یہ فلم چیکوسلواکیہ میں تیار کی گئی۔ اس نے دوسرا انعام حاصل کیا اور اسے نقرئی مجسمہ عطا کیا گیا۔

۳۔ بچوں کو فنون لطیفہ سے واقفیت:- یہ فلم روس میں تیار کی گئی۔ اسے تیسرے انعام کا مستحق قرار دیا گیا اور اس نے کانسے کا مجسمہ حاصل کیا۔

۴۔ فنکار کا مکان۔ یہ فلم جاپان میں تیار کی گئی اس نے تیسرا انعام حاصل کیا اور اسے کانسے کا مجسمہ دیا گیا۔

۵۔ منتخبین کی جماعت نے فیصلہ کیا کہ ایران پر مسلط کردہ جنگ کی جانب ناظرین کی توجہ دلانے کی غرض سے جو فلم تیار کی گئی ہے اسے اعزازی سرٹیفکیٹ دیا جائے۔ اس فلم کا نام تھا "ہمارا آج کا درس شہادت ہے"۔ یہ فلم وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی کی جانب سے نمائش کے لئے پیش کی گئی۔

اسرائیل کو یونسکو سے خارج کیا جائے
پیرس میں منعقد یونسکو کے عام اجلاس میں ایران کا مطالبہ

۱۵۸ ممالک کے ان نمائندوں نے جو اقوام متحدہ کے ثقافتی، علمی اور تربیتی کمیشن UNESCO کے رکن ہیں ماہ اکتوبر ۱۹۸۷ء میں یونسکو کے چوبیسویں عام اجلاس میں شرکت کی۔ یہ اجلاس اقوام متحدہ کے صدر دفتر پیرس میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں جمہوری اسلامی ایران کے وفد نے بھی ڈاکٹر فرہادی کی زیر قیادت شرکت کی۔ جس وقت اس اجلاس میں تعارفی اسناد پیش کی جارہی تھیں تو غاصب بیت المقدس اسرائیلی حکومت کی یونسکو میں موجودگی ایران کی جانب سے سخت اعتراض کیا گیا۔ جمہوری اسلامی ایران کے جس وفد نے اس کانفرنس میں شرکت کی اس کے ایک نمائندے نے کہا:

اقوام متحدہ سے اسرائیل کو نکال دینے کی پیش قدمی ایران کی جانب سے ہی کی گئی ہے اور اس کا یہ مطالبہ آئندہ بھی جاری رہے گا اسی ضمن میں موصوف نے مزید کہا: ہم اس رائے کے حامی ہیں کہ چونکہ یونسکو ایک ثقافتی تنظیم ہے اس لئے اس تحریک میں اسے کسی سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے کیونکہ اس تنظیم میں صیہونی نمائندے کی موجودگی انسانی اصول اور اس ادارے کے اغراض ومقاصد کے نہ صرف قطعی منافی ہے بلکہ موجب اہانت وتوہین بھی ہے اور اس ملک کو اس وجہ سے کہ یہ یونسکو کی تذلیل وتحقیر کا باعث ہوا ہے جس قدر جلد ممکن ہوسکے اس تنظیم کی رکنیت سے خارج کردیا جانا چاہیے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب اس کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا تو اس کی اولین نشست میں ایرانی وفد کے سربراہ جناب ڈاکٹر فرہادی کو اس کانفرنس کے نائب صدر کی حیثیت سے منتخب کیا گیا۔

سانحہ حج کے چشم دید گواہوں پر مشتمل ایک فرانسیسی روزنامہ کی رپورٹ

ایک فرانسیسی روزنامہ نے حجاج بیت اللہ کے قتل عام سے متعلق اس ملک کے روزناموں میں سے پہلی مرتبہ زبان کھولی۔ اس نے حجاج سا کنان مقبوضہ فلسطین کے حوالے سے رپورٹ شائع کی ہے۔

فرانسیسی روزنامہ "فیگارو" کے خبرنگار نے مقبوضہ فلسطین میں رہنے والے ان حجاج کرام کا انٹرویو لیا جو اس سال حج کے لئے گئے تھے اور انھوں نے یہ خونیں سانحہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان حجاج کرام کی گواہی کے مطابق اس سانحہ عظیم کے لئے سعودی حکومت پوری طرح سے مجرم وذمہ دار ہے۔

خبرنگار قصر جیب کے حجاج کا حوالہ دیکر لکھتا ہے کہ "اس پر امن مظاہرے کو ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا کہ سعودیوں نے بغیر کسی قسم کی وارننگ دیئے ہوئے مظاہرین پر اشک آور گیس کے گولے داغنا شروع کردئے جس کے سبب دم گھٹا جاتا تھا اور بھاگنے کے لئے راہ بھی نظر نہیں آتی تھی۔

"جب کافی تعداد میں ایرانی اپنی اقامت گاہوں پر واپس آ گئے تو سعودی نوکروں نے ان کے بجلی کنکشن منقطع کردئے اور اندھیرے میں ان پر حملہ کردیا۔ ان کو اقامت گاہوں سے نکال کر زدوکوب کیا اور چالیس سے زائد چلتے پھرتے لوگوں کو لاشوں میں تبدیل کردیا۔

اخبار "فیگارو" کا خبرنگار مقبوضہ فلسطین کے قصبہ جالگو نلیا میں رہنے والے دیگر حجاج کے حوالے سے لکھتا ہے کہ "ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ گولی چلنے پر حجاج دوڑتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے مگر جابجا سعودی پولیس کی ٹکڑیاں تعینات تھیں انھوں نے پیچھے جانے والے حجاج مظاہرین پر گولیاں برسائیں۔ ہم نے حجاج کو گولی لگنے سے زخمی ہوتے اور زمین پر تڑپ تڑپ کر جاں بحق ہوتے ہوئے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

انھوں نے مزید کہا کہ گولیاں صرف سعودی فوج وپولیس ہی نہیں چلارہی تھی بلکہ سادہ لباس میں پولیس والے بھی اس قتل عام میں شریک تھے۔ یہ لوگ ان حجاج پر گولیاں چلا رہے تھے جو اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے ہوئے پناہ گاہ کی تلاش میں دوڑ رہے تھے یا زمین پر بیٹھے ہوئے تھے یا کسی سبب چلنے سے معذور تھے۔

فرانس میں ایک ہزار مسجدیں آباد ہیں

اس وقت فرانس میں جو مسلمان آباد ہیں ان پر حال ہی میں فرانسیسی اخبارات وجرائد نے اپنے حملات شروع کردیئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس ملک میں مساجد کی تعداد جس طرح افزائش پذیر ہے وہ فرانس کے مستقبل کے لئے بہت بڑے خطرے کا پیش خیمہ ہے۔

کچھ عرصہ قبل "فالور اکیتال" نامی فرانسیسی جریدے نے "فرانس میں" ہزار مسجدیں" کے تحت عنوان ایک مضمون شائع کیا تھا جس میں مذکورہ مضمون نگار نے اپنے زور بیان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ اندرون فرانس مساجد کی تعداد میں جس تیزی سے اضافہ ہورہا ہے وہ حیرتناک حد تک ناقابل یقین

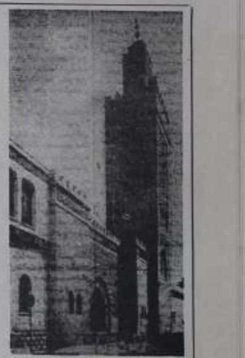

ہے۔ روزنامہ اخبار "مولونہ" نے بھی فرانس میں ہزار مسجدیں آباد ہیں" کے عنوان سے ایک مقالہ شایع کیا ہے جس میں ارباب حکومت کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر مساجد کی تعداد میں اسی طرح اضافہ ہوتا رہا تو اس سے سماجی و سیاسی کیا نتائج مترتب ہوں گے؟ فرانس ٹیلی ویژن نے چینل ٹ کے ذریعے "اسلام کا مستقبل" کے نام سے جو پروگرام پیش کیا تھا اس میں بھی اس نے ان حقائق کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے شک و تردد کے ساتھ فرانس میں مقیم مسلمانوں کی زندگی کا جائزہ لیا ہے۔

"لوفیگارو" نامی روزنامہ اخبار کا تو شیوہ ہی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مضامین لکھنا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے حالیہ شمارے میں نہایت ہی کینہ توزی سے حملہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس وقت فرانس میں تیس لاکھ مسلمان آباد ہیں۔

اسی اخبار نے لکھا ہے کہ اگر فرانس میں اعداد و شمار کے اعتبار سے دیکھا جائے تو فرانس میں اسلام ہی وہ دوسرا مذہب ہے جس کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں اور ان کی تعداد پروٹسٹنٹ PTOTESTANT عیسائیوں نیز یہودیوں سے کہیں زیادہ ہے۔ فرانس کے نسل پرست اخبار و جرائد یہ کوشش کر رہے ہیں کہ جب کبھی فرانس میں کسی شخص کو شناختی کارڈ یا طویل مدت پروانہ قیام (STAY PERMIT) دیا جائے تو اس میں اس کے مذہب کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے تاکہ اس طریقے سے مسلم خاندانوں پر مزید دباؤ ڈالا جا سکے۔

اس اخبار نے اپنے حالیہ شمارے میں لکھا ہے کہ فرانس میں مساجد کی تعداد جس تیزی سے بڑھ رہی ہے وہ بہت ہی خطرناک ہے۔ اس موضوع پر مزید گفتگو کرتے ہوئے اس اخبار نے بڑی ہی حسرت سے لکھا ہے کہ ۱۹۷۰ء تک پورے فرانس میں صرف دس مسجدیں تھیں لیکن آج یہی تعداد ہزار تک پہنچ گئی ہے۔

روزنامہ اخبار "لوفیگارو" کے کارپردازوں کا وہ طبقہ جس کا شمار تعمیر پسند افراد میں ہوتا ہے اس خیال کا حامی ہے کہ ملک فرانس میں مساجد کی تعداد جس تیزی سے افزائش پذیر ہے وہ اسلام کی جدید فتوحات کے ہی مترادف ہے۔

مجلس ترحیم

رایزنی فرہنگی جمہوری اسلامی ایران، نئی دہلی کی جانب سے ۱۷ دسمبر ۱۹۹۸ء بروز چہار شنبہ پروفیسر نورالحسن انصاری مرحوم کی یاد میں ایک مجلس ترحیم کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں ممتاز فارسی اساتذہ نے شرکت فرمائی۔

پروفیسر نورالحسن انصاری ولد جناب عبدالحنان ۱۹۳۷ء میں یوپی کے قصبہ مئو میں پیدا ہوئے آپ نے دہلی یونیورسٹی سے فارسی میں ایم۔ اے پاس کیا اور اس

پروفیسر نورالحسن انصاری (مرحوم)

کے بعد اسی یونیورسٹی سے آپ نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کے تحقیقی مقالے کا عنوان "فارسی ادب بعہد اورنگ زیب" تھا۔ پروفیسر نورالحسن انصاری ۵ دسمبر ہفتے کے دن حرکت قلب بند ہو جانے سے اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

پروفیسر انصاری مرحوم ایک معروف استاد اور فارسی زبان و ادب کے ایک صاحب نظر محقق تھے۔ آپ نے اپنے چند دیگر رفقا کے ساتھ انجمن استادان فارسی ہند کی بنیاد ڈالی اور اپنی انتھک کوششوں سے اس انجمن کو ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا۔ جہاں اس کی آواز کو سنا جانے لگا۔ یہ آپ ہی کی پیہم جد و جہد کا نتیجہ ہے کہ اس انجمن کے تحت آج تک فارسی اساتذہ کی کل ہند ۹ کانفرنس ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں میں تشکیل پا چکی ہیں۔

آپ نے بڑی تعداد میں تحقیقی، ادبی اور تاریخی مقالات تحریر فرمائے جو ہندوستان، ایران اور افغانستان سے شائع ہونے والے موقر جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان مقالات کے علاوہ آپ کی تالیفات ایران اور ہندوستان سے شائع ہو چکی ہیں۔

رایزنی فرہنگی جمہوری اسلامی ایران مرحوم کے پسماندگان اور جملہ سوگوار اساتذۂ زبان و ادبیات فارسی کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہے۔

ایران نے فری اسٹائل کشتی میں ایشیا کا بلند ترین پہلوانی کا مقام حاصل کر لیا

بمبئی کے برابورن اسٹیڈیم میں اسے چار سونے کے اور چار کانسے کے تمغے دیئے گئے۔

ایشیا میں پہلوانی کا بلند ترین مقام حاصل کرنے کے لئے فری اسٹائل اور یوروپین اسٹائل کشتیوں کے مقابلے کا چوتھا دور شہر بمبئی میں شروع ہوا۔ اس مقابلے کا اختتام جمہوری اسلامی ایران کی کشتیوں کے بعد ہی ہوگا۔ چنانچہ فری اسٹائل کشتی میں پہلوانی کا پہلا مقام اور یوروپین اسٹائل کشتی میں دوسرا مقام اسی ملک نے حاصل کیا۔ بمبئی سے موصول اطلاعات کے مطابق ایران کی فری اسٹائل کشتی کی ٹیم نے مقابلے کی آخری رات بہت ہی سخت مقابلے کے بعد چار سونے کے اور چار کانسے کے تمغات لے کر چوتھا مقام اور مجموعی طور پر ۳۴ امتیازات جیت کر ایشیا میں بلند ترین مقام حاصل کر لیا۔ فری اسٹائل کشتی میں بلند ترین پہلوانی کا مقام پا لینے کے بعد یوروپین

اسٹائل کشتی کی ایرانی ٹیم نے دو تمغے سونے کے دو چاندی کے اور ایک کانسے کا جیتا۔ اور ۲۹ امتیازات لینے کے بعد وہ ایشیا میں پہلوانی کے دوسرے مقام پر آ گئی۔

ایک کویتی مسلمان نے اپنی تین ماہ کی آمدنی دو کروڑ ریال مجاہدین کو پیش کر دی۔

قم۔ خبرگزاری جمہوری اسلامی کی اطلاع کے مطابق شورائے عالی کے اس دستورالعمل کی پابندی کرتے ہوئے کہ جنگ کی پشتیبانی و حمایت کے لئے بذات خود محاذ جنگ پر موجود رہنا اور مال کے ذریعے جہاد کرنا لازمی ہے ایک کویتی مسلمان نے اپنی تین ماہ کی آمدنی مجاہدین کو پیش کر دی۔

خبرگزاری جمہوری اسلامی کی اطلاع کے مطابق ایک کویتی مسلمان نے اپنے خط کے ساتھ مبلغ دو کروڑ ریال کی خطیر رقم مجلس ماہرین کے صدر اور امام جمعہ قم جناب آیت اللہ مشکینی کی خدمت میں ارسال کی ہے۔ موصوف نے اس بات پر اظہار شرمندگی کرتے ہوئے کہ وہ مجاہدین اسلام کے شانہ بشانہ یعنی متجاوزین کے خلاف جنگ میں شریک نہیں ہو سکتا" مزید لکھا ہے کہ اگر امام امت کی دعائیں ہمارے ساتھ رہیں تو انشاء اللہ کویتی مجاہدین بھی اسلام دشمن سرغنوں کو اس راہ و روش سے پسپا و شرمندہ کر کے ہی دم لیں گے جو انہوں نے اختیار کر رکھی ہے۔

قصبہ لسکھاڑی فیض آباد میں ہفتۂ وحدت

پیغمبر عظیم الشان حضرت محمد مصطفیٰ ص کی ولادت باسعادت کے موقع پر قصبہ لسکھاڑی ضلع فیض آباد میں امام جمعہ مسجد حیدری مولانا ظہیر حسن صاحب کی سرپرستی میں ہفتۂ وحدت کا انعقاد عمل میں آیا۔ جس میں تمام شیعہ اور سنی برادران نے بھرپور شرکت فرمائی۔ ہفتۂ وحدت کی اس تقریب میں تمام مقررین نے اس بات پر تاکید کی کہ مسلمانوں کے درمیان وحدت و اتحاد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ لہذا احکام خداوندی کی پیروی کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کو باہمی اتحاد اور اسلامی اخوت و برادری سے کام لینا چاہیے۔

حجۃ الاسلام جناب فیروز عباس صاحب امام جمعہ جامع مسجد مبارکپور، اعظم گڑھ نے اپنی تقریر کے دوران پیغمبر کی سیرت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم مسلمان کلی مسائل سے بے خبر اور جزوی مسائل میں الجھ کر اپنی صلاحیت کو برباد کر رہے ہیں۔ ہم معراج پیغمبر کے سلسلے میں تو بحث و مباحثہ کرتے ہیں کہ جسمانی ہوئی یا روحانی؟ لیکن کبھی اس موضوع پر گفتگو نہیں کرتے کہ آخر معراج ہوئی کیوں!

رپورٹ کے آخر میں یہ اعلان ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ادارہ ماہنامہ راہ اسلام اسلامی اجتماعات سے متعلق رپورٹ کا استقبال کرتا ہے لیکن رپورٹ کا وقت پر اور جلد از جلد ارسال کرنا لازمی ہے۔

حوزہ علمیہ مظفر نگر میں "دعوۃ الحق" کانفرنس

سکریٹری دعوۃ الحق کی اطلاع کے مطابق ایک کانفرنس بنام "دعوۃ الحق" بمقام حوزہ علمیہ مظفر نگر (یو۔پی) مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۹۶ء بروز چہار شنبہ زیر صدارت حجۃ الاسلام مولانا اسد رضا صاحب قبلہ رئیس حوزہ علمیہ منعقد ہوئی جس میں الفتح جدید شمارہ ۳۸ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۹۶ء تا ۱۱ دسمبر ۱۹۹۶ء، مساوات نئی دہلی مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۹۶ء تا ۲۶ نومبر ۱۹۹۶ء شمارہ ۶۱۵، آئینہ دار العلوم دیوبند جلد ۳ شمارہ ۵۵/۵۳ مورخہ ۱۱ تا ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۶ء میں شایع شدہ لغو اور بیہودہ فتاوی و دیگر اشتعال انگیز و مفسدانہ اور ملحدانہ بیانات مثلاً (امام خمینی مدظلہ العالی اور ان کے ماننے والے کافر ہیں) کی مذمت کی گئی۔ اور ان بیہودہ فتاوی کی تردید میں اتفاق رائے سے تجاویز منظور کی گئیں۔

اس کانفرنس میں مختلف اضلاع کے علماء و دانشوروں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا اس کے بعد در مدح رسالتمآب نعت پیش کی گئی۔ پھر صدر محترم نے اپنے افتتاحیہ خطبہ میں اتحاد بین المسلمین اور ملکی و ملی یکجہتی کو برقرار رکھنے پر زور دیا اور خود ساختہ نام نہاد امام حرم اور اسعد مدنی کے شر انگیز اور مفسدانہ بیان کی پر زور الفاظ میں مذمت کی۔

صدر محترم نے فرمایا کہ یہ نام نہاد امام حرم درحقیقت اتحاد بین المسلمین کو پارہ پارہ کرنے اور لوگوں میں انتشار پھیلانے کے منصوبے کو لیکر ہندوستان آئے صدر نے اپنے شدید رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے خود ساختہ امام حرم کے تمام شر انگیز، مفسد اور مکروہ بیانات و فتاوی کو لغو اور بیہودہ قرار دیا اور کہا کہ یہ سب کچھ امریکہ و اسرائیل کے چشم و ابرو کے اشارے پر ہو رہا ہے افتتاحی تقریر کے بعد مندرجہ ذیل علماء و مقررین نے کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ ۱۔ مولانا امیر حیدر صاحب امام جمعہ و جماعت ۲۔ مولانا ریاض اکبر صاحب چتوڑہ مظفر نگر ۳۔ مولانا محمد رضا صاحب امام جمعہ و جماعت نانوتہ سہارنپور ۴۔ مولانا سید اظہار حسین صاحب امام جمعہ و جماعت مرادآباد ۵۔ مولانا عباس حیدر صاحب بجنوری ۶۔ مولانا بادشاہ حسین صاحب جونپوری ۷۔ مولانا اشفاق حسین صاحب بنارسی ۸۔ مولانا ناصر حسین صاحب (اہلسنت والجماعت) سہارنپور ۹۔ مولانا سید ذاکر حسین صاحب کشمیری ۱۰۔ مولانا ذوالفقار حیدر رضوی بہار ۱۱۔ مولانا شبیر حسین صاحب بنارس ۱۲۔ مولانا علی ضامن صاحب میرٹھ۔ ۱۳۔ مولانا مرزا جاوید رضا صاحب سہارنپور ۱۴۔ مولانا وصی حیدر صاحب مظفر نگر۔

علماء کرام نے صدر محترم کی تقریر کی تائید کرتے ہوئے شر انگیز فتاوی اور مفسدانہ بیان کی پر زور الفاظ میں مذمت کی اور اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے تمام علماء اسلام، فرزندان توحید اور محب وطن قوم و ملت سے پر زور اپیل کی کہ بین المسلمین افتراق و اختلاف پھیلانے والوں کی مذمت کریں۔ کانفرنس میں مندرجہ ذیل قرار دادیں باتفاق آراء منظور ہوئیں۔

۱۔ حکومت ہند ایسے شر انگیز اور پر اشتعال مضامین اور فتاوی شایع کرنے والے اخبارات و رسائل پر فوری طور پر پابندی عائد کرے اور شائع شدہ جلدوں کو ضبط کرے۔

۲۔ مندرجہ بالا اخبارات کے ایڈیٹران کے خلاف قانونی کاروائی کیجائے اور ان کو سخت سزا دی جائے۔

۳۔ ملکی و ملی اتحاد و یکجہتی کو پامال کرنے والے مقررین و مضمون نگاروں کے خلاف سخت قانونی چارہ جوئی کر کے انتشار پھیلانے والی تقاریر اور مضامین پر پابندی لگائی جائے۔

مقابلہ نقاشی کے نتائج اور ایک ضروری اعلان

انقلاب ایران کی نویں سالگرہ کے موقع پر خانہ فرہنگ اسلامی جمہوریہ ایران نئی دہلی کی جانب سے فروری ۱۹۹۶ء میں مقابلہ نقاشی کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں ہندوستان کے مختلف فنکاروں نے اپنی نقاشی کے نمونے ارسال فرمائے تھے ان میں سے مندرجہ ذیل پانچ فنکار انعام کے مستحق قرار پائے۔

۱۔ جناب محمد منیر احمد	عمر ۴۲ سال
۲۔ جناب مظہر علی خاں	عمر ۱۷ سال
۳۔ مس زیبا مختار	عمر ۲۱ سال
۴۔ مس مدیحہ ناز	عمر ۱۱ سال
۵۔ جناب منتظم احمد	عمر ۱۳ سال

اس اعلان کے ساتھ ہی ساتھ یہ جان کر آپ لوگوں کو خوشی ہوگی کہ نقاشی کے اس انعامی مقابلے میں شریک فنکاروں کے نمونوں پر مشتمل ایک کتاب بہت جلد شایع ہو رہی ہے۔

(ادارہ)